بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتراضات اور اُن کے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی : اللہ تبارک وتعالےٰ	.. اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	.. فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	.. فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	.. فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی : اللہ تعالےٰ سے تعلق	.. دُنیوی تعلقات نہیں
وجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی : ایمان باللہ العظیم	.. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

دفتر جماعت المسلمین
B-6 بیت الفرقان، SB-12، بلاک 13-C، گلشن اقبال
مین یونیورسٹی روڈ، کراچی۔ فون : 4815560-2
فیکس : 4815563
www.aljamaat.org

جماعت المسلمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اعتراض ان الحدیث یفسر بعضہٗ بعضًا۔ ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ اس اصول پر حدیث "تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ" کی تفسیر بھی دوسری حدیث سے کرنی ہوگی۔ ابوداؤد میں ایک حدیث ہے "إِنْ كَانَ لِلّٰهِ تَعَالٰى خَلِيْفَةٌ فِي الْأَرْضِ فَضَرَبَ ظَهْرَكَ وَأَخَذَ مَالَكَ فَأَطِعْهُ" اگر زمین میں اللہ تعالیٰ کا کوئی خلیفہ موجود ہو جو تیری پیٹھ پر کوڑے مارے اور تیرا مال چھین لے پھر بھی تو اس کی اطاعت کر۔ یہ حدیث تشریح کرتی ہے کہ "تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم" سے مراد خلیفہ ہے نہ کہ ہر امیر۔

جواب ابوداؤد کی حدیث صحیح نہیں۔ اس حدیث کا ایک راوی سبیع بن خالد ہے۔ اس راوی کے نام ہی کا فیصلہ نہیں ہوسکا۔ کوئی کہتا ہے سبیع بن خالد کوئی کہتا ہے خالد بن خالد، کوئی کہتا ہے خالد بن سبیع، کوئی کچھ اور کہتا ہے (تہذیب التہذیب)

نام کے اس اختلاف کے باوجود ابن حبان اور عجلی جو متساہلین میں سے ہیں انہوں نے اس کو ثقہ کہدیا لیکن حافظ ابن حجر جو نہ متشددین میں سے ہیں اور نہ متساہلین میں سے انہوں نے ابن حبان اور عجلی کی توثیق پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اس کو صرف مقبول لکھا ہے (تقریب) مقبول کی حدیث اگر اس سے اوثق واعلیٰ راویوں کے خلاف ہو تو وہ شاذ ہوتی ہے اور شاذ مردود ہوتی ہے۔

اس حدیث کی سند میں قتادہ کا عنعنہ بھی ہے جو اس حدیث کو مشکوک بنا دیتا ہے۔ الغرض یہ حدیث سنداً ضعیف ہے اور ظاہر ہے کہ جب یہ حدیث ہی ضعیف ہے تو یہ کسی دوسری حدیث کی تفسیر کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل دو جملے روایت کئے گئے ہیں:۔

اول:۔ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

دوم:۔ إِنْ كَانَ لِلّٰهِ تَعَالٰى خَلِيْفَةٌ ...... فَأَطِعْهُ (ابوداؤد)

مذکورہ دونوں جملوں میں سخت اختلاف ہے۔ اعتراض کرنے والے ہمیں بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سے الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے ایک ہی جملہ صحیح ہو سکتا ہے اور وہ وہی ہو سکتا ہے جو صحیح حدیث میں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ دونوں جملے بہ یک وقت ارشاد فرمائے تھے تو یہ قطعاً بے ثبوت ہے۔ جب تک دونوں جملوں کے بہ یک وقت ارشاد فرمانے کا ثبوت نہ ملے ایک جملہ دوسرے کی تفسیر نہیں کر سکتا۔

سوم :- ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر اس صورت میں کر سکتی ہے جب وہ درج ذیل اصولوں پر پوری اترتی ہو مثلاً

(۱) مختلف صحابیوںؓ نے حدیث کو روایت کیا ہو۔

(۲) ایک ہی صحابیؓ نے مختلف اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر حدیث کو روایت کیا ہو۔

(۳) حدیث کی کسی خاص سند میں کوئی لفظ یا کچھ الفاظ زائد ہوں جو کسی مختصر حدیث کی تشریح کرتے ہوں۔

جب حدیث ایک ہی ہو، واقعہ ایک ہی ہو، روایت کرنے والا صحابیؓ بھی ایک ہی ہو لیکن الفاظ میں اختلاف ہو تو ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کیسے کرے گی؟

(۴) اگر ابو داؤد کی حدیث کو صحیح مان لیا جائے اور احادیث کے مختلف الفاظ کو بھی صحیح مان لیا جائے تو حدیث مضطرب المتن ہو گی یعنی متناً ضعیف ہو گی۔

(۵) باعتبار صحت احادیث کے سات درجے ہیں اوّل درجے کی حدیث وہ ہوتی ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہو۔ ابو داؤد کی حدیث کا متن صحیحین کی حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے معلول ہے اور ساقط الاعتبار ہے۔

(۶) صحیحین کی حدیث میں چاروں زمانوں کا ذکر بڑی وضاحت کے ساتھ ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں یہ حدیث بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ یکساں الفاظ میں

مروی ہے۔ اس حدیث میں چوتھے زمانے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: "تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ" ابوداؤد کی حدیث جس سے یہ الفاظ "إِنْ كَانَ لِلّٰهِ تَعَالَىٰ خَلِيفَةٌ فِي الْأَرْضِ" لئے گئے ہیں اس میں چاروں زمانوں کا ذکر وضاحت کے ساتھ نہیں ہے۔ ابوداؤد کی جس روایت میں چاروں زمانوں کا ذکر ہے اس میں "إِنْ كَانَ لِلّٰهِ تَعَالَىٰ خَلِيفَةٌ فِي الْأَرْضِ" کے الفاظ ہی نہیں۔ یہ چیز ان الفاظ کو مزید مشکوک بنا دیتی ہے۔

خلاصہ | ابوداؤد کی حدیث جس کو بطور تفسیر پیش کیا گیا ہے کئی لحاظ سے متناً معلول ہے اور سنداً مشکوک و مردود ہے لہٰذا وہ تفسیر کرنے کے قابل نہیں۔

(۷) ذیل میں ہم صحیحین اور ابوداؤد کی احادیث کے متنوں کا موازنہ کرتے ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کا متن	ابوداؤد کی حدیث کا متن
قُلْتُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّىٰ يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَىٰ ذٰلِكَ۔	إِنْ كَانَ لِلّٰهِ تَعَالَىٰ خَلِيفَةٌ فِي الْأَرْضِ فَضَرَبَ ظَهْرَكَ وَأَخَذَ مَالَكَ فَأَطِعْهُ وَإِلَّا فَمُتْ وَأَنْتَ عَاضٌّ بِجِذْلِ شَجَرَةٍ۔
(ترجمہ)	(ترجمہ)
(حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں) میں نے کہا اگر نہ مسلمین کی جماعت ہو اور نہ امام ہو (تو میں کیا کروں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا اگرچہ تمہیں درخت کی جڑ چبانی پڑے اور تم اسی حالت میں رہنا یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اگر زمین میں اللہ تعالیٰ کا کوئی خلیفہ ہو جو تمہاری پیٹھ پر مارے اور تمہارا مال چھین لے تو تم اس کی اطاعت کرنا ورنہ درخت کا تنہ چبا کر مر جانا۔

صحیحین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حالات اتنے خراب ہو جائیں کہ کھانے

کو کچھ نہ ملے سوائے درخت کی جڑوں کے تو درخت کی جڑیں چبا چبا کر مر جانا چاہیئے لیکن فرقوں میں شامل نہیں رہنا چاہیئے۔

ابوداؤد کی حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ حالات اچھے ہوں یا برے اگر خلیفہ نہ ہو تو درخت کا تنہ چبا چبا کر مر جانا چاہیئے۔

معترضین کو ابوداؤد کی حدیث پر بڑا ناز ہے تو آخر وہ اس حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ خلیفہ ہے نہیں تو وہ تنہ چبا چبا کر مرتے کیوں نہیں؟ فوراً جنگل میں چلے جائیں اور وہیں تنہ چبا چبا کر زندگی کے بقیہ دن گذار دیں۔

ہم تو صحیحین کی حدیث کو حجت سمجھتے ہیں اور ابوداؤد کی حدیث کو سنداً ضعیف اور متناً معلول سمجھتے ہیں۔ ہم صحیحین کی حدیث پر عمل کر رہے ہیں اور اگر ضرورت ہوئی تو انشاء اللہ درختوں کی جڑیں چبا چبا کر بھی اپنی زندگی گذار دیں گے اور مر جائیں گے۔

صحیحین کی حدیث میں جڑیں چبا چبا کر فوراً مر جانے کا حکم نہیں ہے۔

اعتراض جماعت المسلمین اور تمام فرقے امت مسلمہ میں شامل ہیں۔

جواب امت میں بیشک شامل ہیں لیکن امت مسلمہ میں شامل نہیں۔
امت مسلمہ اور جماعت المسلمین ایک ہی چیز ہے۔ یہ دو چیزیں نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی جماعت کو جماعت المسلمین کہا اور باقی سب کو فرقے کہا ہی نہیں بلکہ تمام فرقوں سے اعتزال کرنے اور جماعت المسلمین سے چمٹنے کا حکم دیا (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اگر فرقے بھی جماعت المسلمین ہوں تو پھر متعدد جماعت المسلمین ہو جائیں گی پھر کون سی جماعت المسلمین سے چمٹا جائے گا؟

اعتراض ہر مشرک کافر نہیں اور ہر کافر مشرک نہیں۔ فرقہ پرست کفار مکہ و مشرکین مکہ جیسے کافر یا مشرک نہیں ہیں۔

جواب لفظی بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کافر او مشرک کا انجام یکساں ہے۔ اگر انجام یکساں ہے تو پھر لفظی بحث فضول ہے۔

بیشک فرقہ پرست کفارِ مکہ اور مشرکینِ مکہ جیسے کافر یا مشرک نہیں ہیں کیونکہ یہ کلمہ پڑھتے ہیں وہ کلمہ نہیں پڑھتے تھے، یہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ ایمان کا انکار کرتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہو لیکن حدیث یا سنّت کا انکار کرتا ہو تو وہ کافر ہوگا یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان کا دعویٰ کرتا ہو لیکن فرشتوں کا انکار کرتا ہو وہ کافر ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کفارِ مکہ جیسا کافر تو یقیناً نہیں ہوگا۔

فرقہ پرستی شرک ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ (روم - ۳۱ ، ۳۲)

اور مشرکین میں سے نہ ہوجانا (یعنی ان لوگوں میں سے نہ ہوجانا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور فرقہ فرقہ بن گئے۔ تمام فرقے جو کچھ ان کے پاس ہے اسی میں مگن ہیں۔

اب اگر فرقہ پرست کفارِ مکہ جیسے کافر نہ بھی ہوں تو فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ کافر اور مشرک کا انجام یکساں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ کلمہ گو مشرک یا کافر ہوتا ہی نہیں تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے :۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۝ (یوسف - ۱۰۶)

اور اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہوتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ بعض کلمہ گو مشرک بھی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (المائدہ - ۷۳)

یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے۔

تثلیث کا عقیدہ شرک ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو تین میں سے ایک ماننا شرک۔

ہے لیکن مذکورہ آیت میں شرک کو کفر کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ (آل عمران - ١٠٦)

(فرقہ پرستوں سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا، جو کفر تم کیا کرتے تھے اب اس کے عذاب کا مزا چکھو۔

مذکورہ بالا آیت سے نتیجہ یہ نکلا کہ فرقہ پرستی شرک بھی ہے اور کفر بھی۔

اعتراض جو شخص تمام فرقوں سے علیحدہ ہو کر صرف قرآن و حدیث پر عمل کرے وہ مشرک نہیں بلکہ مسلم ہے۔

جواب یہ فریب نفس ہے ایسا شخص نہ قرآن مجید پر عمل کرتا ہے اور نہ حدیث پر عمل کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا لیکن اس کا عمل مذکورہ آیت کے خلاف ہے۔

حدیث میں ہے کہ "تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ" لیکن اس کا عمل اس حدیث پر بھی نہیں تو پھر یہ کہنا کہ وہ قرآن و حدیث پر عمل کرتا ہے صحیح نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (توبہ - ١١٩) (اے ایمان والو) سچوں کے ساتھ رہو"

اب کوئی شخص سچوں کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کرتا ہے تو گویا وہ آیت کا انکار کرتا ہے۔ بتلائیے وہ کیا ہوگا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

من خرج من الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه حتّٰى يراجعه۔ (رواه الترمذی وصححه)

جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اس نے اسلام کی رسّی کو اپنی گردن سے اتار دیا سوائے اس صورت کے کہ وہ (جماعت کی طرف) واپس لوٹے۔

جماعت کو چھوڑنے والے نے پوری طرح نہیں صرف ایک بالشت جماعت

کو چھوڑ دیا تو گویا اس نے اسلام کو چھوڑ دیا۔

بتلیئے اسلام کو چھوڑنے والا کیا ہوتا ہے؟ ایک بالشت چھوڑنے کا تو یہ حشر ہے اور جو پوری طرح جماعت کو چھوڑ دے وہ کیا ہوگا؟

اعتراض بدعتی گناہ گار ہو سکتا ہے، سزا کا مستحق بھی ہو سکتا ہے لیکن مرتد نہیں ہو سکتا؟

جواب بدعت دین میں اضافہ کا نام ہے جو آیت الیوم اکملت لکم دینکم کے عقیدے کے مطابق کفر ہے۔ دین میں اضافہ کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ شرک فی الدین ہے اور یہ فعل تو جماعت کو چھوڑنے سے بھی بدتر ہے کیونکہ جماعت کو چھوڑنے والا اپنا انجام خراب کرتا ہے لیکن بدعتی تو دین اسلام کو خراب کرتا ہے لہٰذا بدعتی کے انجام بد کے متعلق کیا شبہ رہ جاتا ہے؟

اعتراض ابن حجر، سیوطی مسلم تھے البانی اور بن باز وغیرہ مسلم ہیں۔

جواب ہم کسی کو کافر نہیں کہتے لیکن کفر کو کفر کہہ سکتے ہیں۔ ہم وہی کہتے ہیں جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا تھا:۔

عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتَابٍ (طٰہٰ۔ ۵۲) — اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔

یا یہ کہتے ہیں:۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ (البقرہ۔ ۱۴۱) — یہ ایک امت تھی جو گذر گئی، ان کے اعمال ان کے لئے ہیں۔

اعتراض اجماع صحابہ اور تواتر عملی حدیث کی ایک قسم نہیں۔

جواب قبر میں میت کو کس طرح لٹایا جائے یہ کسی حدیث میں نہیں ہے صرف تواتر عملی ہے کیا یہ تواتر عملی حدیث کی ایک قسم میں شمار نہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی قبر مبارک میں اسی طرح لٹایا گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اسی طرح لٹایا گیا لہٰذا یہ عمل حجت کیسے

نہیں ہوگا؟

مزید برآں نماز میں درود شریف پڑھنے کا محل حدیث میں نہیں بتایا گیا فقط عملی تواتر ہے کہ التحیات کے بعد پڑھا جائے۔ کیا یہ عملی تواتر حجت نہیں ہے؟ اور کیا رکوع یا سجدہ میں درود شریف پڑھنے کے حکم پر عمل کیا جا سکتا ہے؟

کسی دینی فعل پر اجماعِ صحابہؓ بھی حجت ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہؓ کے فعل کا سرچشمہ واحد ہے اور وہ سرچشمہ سنت ہی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس کے حدیث کی ایک قسم ہونے پر کیا اعتراض ہے؟

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ (توبہ) اور جنہوں نے (مہاجرین اور انصار کی) خوبصورتی یا خلوص کے ساتھ پیروی کی۔

اس آیت سے اجماعِ صحابہؓ پر استدلال ہو سکتا ہے۔ اجماعِ صحابہؓ مؤمنین کا راستہ ہے جیسا کہ درج ذیل آیت سے واضح ہے۔

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ (النساء۔ ۱۱۵)

اور جو شخص مؤمنین کے راستے کے علاوہ کسی اور راستہ کی پیروی کرتا ہے تو ہم اس کو ادھر ہی جانے دیں گے جدھر وہ جا رہا ہے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

آیت مذکورہ کے نزول کے وقت مؤمنین صحابہؓ ہی تھے لہٰذا ان کی پیروی کو سبیل المؤمنین کہا گیا ہے اور اسی میں نجات بھی ہے گویا اجماعِ صحابہؓ حدیث کی ایک قسم ہے ورنہ ان کی پیروی سے نجات کیسے مل سکتی ہے؟

اعتراض تلزم جماعت المسلمین و امامھم سے مراد خلیفہ ہے۔

جواب اس مفروضہ کے ثبوت میں معترض کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں۔ اور جب کوئی ٹھوس دلیل نہیں تو یہ مفروضہ باطل ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ شر کا زمانہ ہے اور خلیفہ شر کو مٹا نہیں سکتا تو وہ بے حکومت امام کے مثل ہوا۔ کیا ایسا کمزور و بے بس خلیفہ آپ کو پسند ہے؟

اعتراض فرشتوں کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ ان کا خلافت حاصل کرنے کا ارادہ تھا یہ بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے اس سلسلہ میں آپ سے جو غلطی ہوئی ہے کیا آپ اس پر نادم ہیں یا نہیں؟

جواب وہ بات قرآن وحدیث کے خلاف نہیں لہٰذا میں نادم بھی نہیں اور نہ ہی مجھ سے غلطی ہوئی ہے اگر ہوتی تو میں یقیناً رجوع کرلیتا۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں عبارت النص نہیں ہوتا وہاں مفہوم کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور مفہوم ہی پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں مثلاً

۱۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے عبارت میں حکم نہیں دیا کہ تم اپنے بیٹے کو ذبح کرو۔ لیکن عملاً انہوں نے جو کچھ کیا وہ مفہوم ہی سے ہے۔

۲۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زلیخا نے کب کہا تھا کہ مجھ سے زنا کرو؟ الفاظ کا مفہوم ہی فعل کی دلالت ہے نہ کہ عبارت النص۔

۳۔ قرآن مجید میں ہے کہ بوڑھے ماں باپ کے سامنے اُف بھی نہ کہو۔ یہاں عبارت النص میں اُف کہنے کی ممانعت ہے انہیں مارنے کی ممانعت نہیں ہے تو کیا انہیں مار سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں کیونکہ عبارت النص میں اُف تک نہ کہنے کی ممانعت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کو مار بھی نہیں سکتے اس لئے کہ مارنا تو اف کہنے سے کہیں زیادہ بدترین فعل ہے۔

الغرض قرآن مجید کے الفاظ سے جو مفہوم نکالا جاتا ہے وہ ان الفاظ کا تقاضا ہوتا ہے یا ان الفاظ کی دلالت ہوتی ہے۔

آیتِ زیر بحث پر ایک بار پھر غور فرمایئے، قرآن مجید میں ہے کہ

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ (البقرۃ ـ ۳۰)

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں (تو) فرشتوں نے کہا کیا تو ایسے شخص کو خلیفہ بنا رہا ہے جو زمین میں فساد مچائے اور خونریزی کرے، ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

بتائیے فرشتوں کا انسان کے برے عمل کے مقابلے میں یہ کہنا کہ ہم تو تیری حمد کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے ہیں کس چیز کی غمازی کرتا ہے؟

قرآن مجید کی مذکورہ آیت ظاہر ہے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے دل میں خلافت کا خیال تھا۔ مزید برآں اگلی آیات میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کے مابین علم کا مقابلہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ فرشتوں کو شرمندہ کرنا مقصود تھا۔ اگر فرشتوں کے دل میں خلافت کا ارادہ نہ ہوتا تو مقابلے کی آخر کیا ضرورت تھی؟ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ فرشتے کیا چیز چھپا رہے تھے؟ فرشتوں نے تو ظاہر نہیں کیا لیکن علام الغیوب کو معلوم ہو گیا لہٰذا مقابلہ کروا کے ان کی نااہلی ثابت کر دی۔

خلاصہ مقتضاء النص اور دلالۃ النص سے جو نتیجہ میں نے اخذ کیا ہے وہ کوئی نیا نہیں یہی نتیجہ مفسرین بلکہ علماء اہلحدیث بھی اخذ کر چکے ہیں۔ مختصر طور پر مفسرین اور علماء اہلحدیث کا تبصرہ اگر دیکھنا ہو تو تاریخ الاسلام والمسلمین (مطول) جلد اول صہ۴۲ کا فٹ نوٹ ملاحظہ کریں۔

اعتراض شہید کے معنی اگر حاضر ہیں (جیسا کہ آپ نے ترجمہ کیا ہے) تو حاضر کا لفظ قرآن مجید میں دکھائیے؟

جواب جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "شہید" کا ترجمہ گواہ ہے نہ کہ حاضر و ناظر تو اگر وہ غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ کسی واقعہ کا گواہ صرف اسی حالت میں گواہ ہو سکتا ہے جب کہ وہ اس واقعہ کی جائے وقوع پر حاضر ہو اور ناظر ہو یعنی اسے وہ دیکھ بھی رہا ہو۔

المنجد میں ہے (الشہید والشہید) الشاہد (المنجد صہ۱۶۷) المنجد ہی میں یہ بھی ہے کہ "الشاھد، شھد، یشھد، شھوداً سے اسم فاعل ہے۔" شہدہٗ "کے معنی حضَرہٗ (اس پر حاضر ہوا)۔

شَہِدَ الشَّیْءَ کے معنی ہیں عَایَنَہٗ (اس کو دیکھا) {المنجد ملخصًا}

لغت سے ثابت ہوا کہ شاہد کے معنی حاضر ناظر ہیں اور کیونکہ شاہد اور شہید ہم معنی ہیں لہٰذا شہید کے معنی بھی حاضر و ناظر ہوئے۔

لغت کی دوسری کتاب محیط المحیط میں ہے کہ شھد المجلس یشھدہٗ شھودًا حَضَرَہٗ واطلع علیہ وعاینہ وشھد الجمعۃ اَدْرَکَھا فھو شاھد (صہ۲۸۵)

یعنی شہود کے معنی حاضر ہونا، مطلع ہونا اور دیکھنا ہیں لہٰذا شاہد کے معنی حاضر و ناظر ہوئے۔ اسی کتاب میں ہے" الشھید والشہد الشاھد والامین فی شھادتہ"(ص۴۸۶) یعنی شہید کے معنی شاہد اور شہادت میں امانت دار کے ہیں اور شاہد کے معنی صاحب محیط نے پہلے ہی بتادئے ہیں یعنی حاظر و ناظر۔ (اوپر بیان کردہ عبارت ملاحظہ فرمائیں)

صاحب محیط آگے لکھتے ہیں :۔

الشھید فی الاصل من الشھود ای الحضور او من الشھادۃ ای الحضور مع المشاھدۃ بالبصر او البصیرۃ (محیط المحیط ص۴۸۶) یعنی شہید اصل میں شہود سے نکلا ہے یعنی حاضر ہونا (سے نکلا ہے) یا" شھادۃ "سے ماخوذ ہے یعنی آنکھ کے مشاہدہ یا بصیرۃ کے ساتھ حاضر ہونا (سے ماخوذ ہے)

مشہور اہلحدیث عالم ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اسے ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قَالَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ○ (النسآء-۷۲)

کہنے لگے کہ خدا نے مجھ پر (بڑا ہی) احسان کیا کہ میں ان (مسلمانوں) کے ساتھ موجود نہ تھا۔

آیت مذکورہ کی خط کشیدہ عبارت کے مزید ترجمے ملاحظہ فرمایئے :۔

۱۔ کہ نبودم باینہا حاضر۔ (ترجمہ : شیخ سعدی)

۲۔ چوں نبودم حاضر بایشاں۔ (ترجمہ : شاہ ولی اللہ صاحب)

۳۔ نہ ہوا میں ساتھ ان کے حاضر۔ (ترجمہ : شاہ رفیع الدین صاحب)

۴۔ میں ان لوگوں کے ساتھ حاضر نہ ہوا (ترجمہ : اشرف علی صاحب تھانوی)

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (البقرہ - ۱۳۳)

بھلا کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کے سامنے موت آکھڑی ہوئی۔ (ترجمہ: ڈپٹی نذیر احمد صاحب)

۱۔ آیا شما حاضر بودید آں ہنگام کہ آمد یعقوب را مرگ او (ترجمہ : شیخ سعدی)

۲۔ آیا حاضر بودید آنگاہ کہ پیش آمد یعقوب را موت (ترجمہ : شاہ ولی اللہ صاحب)

۳۔ کیا تھے تم حاضر جس وقت آئی یعقوب کو موت (ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب)
۴۔ کیا تم (اس وقت) موجود تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا۔
(ترجمہ: اشرف علی صاحب تھانوی)

الغرض قرآن مجید، شیخ سعدی، شاہ ولی اللہ اور شاہ رفیع الدین صاحب وغیرہ کے تراجم اور لغت کی کتابوں سے ثابت ہو گیا کہ شہید کے معنی حاضر و ناظر ہیں۔

معترض کو اس ترجمہ پر غالباً اس لئے اعتراض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر نہیں مانتے غائب مانتے ہیں۔ رہا یہ اعتراض کہ حاضر کا لفظ قرآن و حدیث میں دکھاؤ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی لفظ کا ترجمہ اگر کیا جائے تو وہ ترجمہ قرآن و حدیث میں ہونا ضروری نہیں مثلاً رب کا ترجمہ عموماً پروردگار ہی کیا جاتا ہے تو کیا پروردگار کا ثبوت قرآن مجید و حدیث میں ملنا ضروری ہے ہرگز نہیں!

ہم اور معترض حضرات اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات کہتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات کہنا جرم ہے؟ کیونکہ یہ مرکب قرآن و حدیث میں کہیں بھی نہیں۔ اکثر اکابر اللہ تعالیٰ کے لئے خدا کا لفظ استعمال کرتے ہیں کیا وہ خدا کا لفظ قرآن مجید یا حدیث میں بتا سکتے ہیں؟

نوٹ:۔ ہمارے نزدیک اللہ کا ترجمہ خدا صحیح نہیں۔

اعتراض کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے؟

جواب مذکورہ اعتراض کے سلسلہ میں ذیل کے دلائل ملاحظہ فرمائیے:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید)	اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔
وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (الواقعہ۔ ۸۵)	ہم اس (قریب المرگ) کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم کو دکھائی نہیں دیتے۔

"دکھائی نہیں دیتے" یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود تو ہوتا ہے لیکن دکھائی نہیں دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ أَصَمَّ وَلَا	اے لوگو، اپنی جانوں پر رحم کرو اس لئے کہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو وہ

غَائِبًا اِنَّهٗ مَعَكُمْ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ تَبَارَكَ اسْمُهٗ وَتَعَالٰى جَدُّهٗ (صحیح بخاری کتاب الجہاد وصحیح مسلم کتاب الذکر)

تمہارے ساتھ ہے، وہ سننے والا ہے اور قریب ہے، اس کا نام بابرکت ہے اور اس کی بزرگی بلند و بالا ہے۔

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ غائب نہیں حاضر ہے کیونکہ حاضر غائب کی ضد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر ہے یہ دونوں اس کی صفات ہیں ہم ان کا ادراک اور اس کی تشریح سے عاجز ہیں، ہم ان الفاظ پر ایمان لاتے ہیں اس کی کیفیت کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

اعتراض صحیح مسلم کے مقدمہ میں اہل سنت کے نام کا مرکب استعمال ہوا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اہل سنت والجماعت نام پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟

جواب صحیح مسلم کے مقدمہ میں اگر یہ مرکب استعمال ہوا ہے تو کیا ہوا۔ یہ مرکب نہ تو قرآن مجید میں ہے اور نہ حدیث نبوی میں۔ مزید برآں قرون اولیٰ میں اہل حدیث محدثین کو کہا کرتے تھے اور اہل سنت بھی محدثین ہی کا لقب تھا۔ محدثین کو اہل علم کے لقب سے بھی موسوم کیا جاتا تھا تو اہلِ علم کے مرکب سے کوئی جماعت یا فرقہ ہو سکتا ہے یا اس نام سے کوئی فرقہ بنایا جا سکتا ہے؟

اعتراض کہا جاتا ہے کہ سحری کے وقت اللہ تعالےٰ آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ عرش وکرسی پر ہے اس حدیث کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ینزل ربنا تبارك وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقیٰ ثلث اللیل الآخر (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم کی صحیح ترین حدیث ہے لہٰذا اس فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا کامل ایمان ہے۔

"اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے" گذشتہ اوراق میں ہم نے اس کا تفصیلی ذکر کر دیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ عرش پر کس طرح ہے اور ہر جگہ کس طرح ہے؟ اس صفت کی کیفیت کو اللہ

تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ہم نہیں جانتے اور نہ جان سکتے ہیں۔

اعتراض جماعت المسلمین میں شمولیت اختیار کرنے کے بعد اگر کوئی شخص خروج کرتا ہے محض اس بناء پر کہ امیر جماعت اس کے مشوروں، اجتہاد و نظریات کو تسلیم نہیں کرتا تو ایسا شخص بعد از خروج مسلم ہی رہے گا یا مرتد ہو جائے گا؟

جواب جماعت المسلمین ایک خالص دینی جماعت ہے اس کو کسی حالت میں بھی چھوڑنا عام جماعتوں کو چھوڑنے کے مثل نہیں۔ پسند و ناپسند کی بنیاد پر گروہی وفاداریاں تبدیل کرنا مذہب و مسالک کی اختراع ہے۔ دینِ اسلام میں ہرگز ایسا نہیں ہوتا۔ جو لوگ قرآن اور حدیث پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں وہ اجتماعیت کی اہمیت و افادیت کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ جماعت المسلمین کو نہیں چھوڑتے، اس میں شک نہیں کہ عروج و زوال مخلوق کا خاصہ ہے اور عروج و زوال جماعتوں میں بھی ہوتا رہتا ہے، لوگ آتے ہیں اور چلے بھی جاتے ہیں۔

عہدِ رسالت (جو کہ خیر کا زمانہ تھا) میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے۔

اِنَّ رَجلاً کان یکتب للنبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فارتد عن الاسلام ولحق بالمشرکین۔	ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کرتا تھا۔ (کچھ عرصہ بعد) وہ مرتد ہو گیا اور مشرکین سے جا ملا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ اُس دور میں بھی کچھ لوگ ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جایا کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس دور کی جماعت المسلمین سے خروج کرنا، پھر کفر کی طرف لوٹ جانا گویا مرتد ہو جانا ہے۔

منافقین بھی ایمان لانے کے بعد اسلام سے پھر گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا	(منافقین پہلے) ایمان لائے پھر کافر ہو گئے۔

(المنافقون ـ ۳)

حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں کثیر تعداد مرتد ہو گئی، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانے میں کیسے فتنے اٹھے لیکن پختہ ایمان والوں نے ہر آزمائش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان

فتنوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

اب سوال یہ ہے کہ کوئی شخص موجودہ دور کی جماعت المسلمین سے محض اس بناء پر خروج کرے کہ امیر جماعت اس کے کسی مشورے، اجتہاد یا نظریہ کو تسلیم نہیں کرتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن وسنت کی بالادستی کو مقدم رکھتے ہیں وہ کبھی لزوم جماعت سے انحراف نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں کئی احادیث ہیں جن میں انحراف کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے اس سلسلہ میں صحیحین کی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ رَاٰی مِنْ اَمِیْرِہٖ شَیْئًا یَکْرَھُهٗ فَلْیَصْبِرْ عَلَیْهِ فَاِنَّهٗ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ اِلَّا مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً (صحیح بخاری وصحیح مسلم)	جو شخص امیر میں کوئی ایسی بات دیکھے جو اسے بری معلوم ہو تو اسے چاہیئے کہ اس پر صبر کرے اس لئے کہ جس نے جماعت کو بالشت بھر چھوڑا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

معلوم ہوا کہ لزوم جماعت کے سلسلہ میں اس قدر پابندی کہ امیر کی کسی مکروہ بات پر بھی صبر کی تلقین کی گئی ہے جماعت کو کسی حالت میں بھی چھوڑنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے اور علیحدگی جاہلیت کی موت قرار دی گئی ہے۔ جاہلیت کی موت سے مراد زمانہ جاہلیت کی موت ہے جو حالت کفر کی موت ہے۔

اعتراض محب اللہ شاہ صاحب راشدی کے ایک مکتوب کے جواب میں جو جماعت المسلمین کے قیام کے بعد آپ نے ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ کو ایک مکتوب لکھا تھا اس میں آپ نے اہلحدیثوں کو حق پر کہا ہے اس خط کی حقیقت کیا ہے؟

جواب ۱۳۹۶ھ میں میں نے ایسا کوئی خط نہیں لکھا۔ اگر ایسا لکھا بھی ہو تو یہ پرانی بات تھی لہٰذا پرانی باتیں یا پرانی تحریریں بعد از تحقیق اور بعد از رجوع قابل حجت نہیں ہوتیں مثلاً پہلے ہم قبر پرست تھے اور قبروں کا طواف بھی کیا کرتے تھے تو کیا ان شرکیہ افعال کی بناء پر ہم پر طعن کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں تو پھر کسی پرانی تحریر کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

بہرحال جماعت المسلمین کا احیاء اس بات کا اعلان تھا کہ ہم اہلحدیثوں کو حق پر نہیں سمجھتے اس کے باوجود بعض لوگوں کو پرانی باتیں دہرانے کا شوق ہے تو اب میں اپنے پرانے قول اور تحریر سے رجوع کرتا ہوں اور فرقہ اہلحدیث کو حق پر نہیں سمجھتا۔

اعتراض اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں سورہ قدر کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ لیلۃ القدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بمعہ لشکر زمین پر اترتے ہیں اور ساتھ ہی حاشیہ پر بیہقیؒ کی حضرت انسؓ سے مروی روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ "روح الامین زمین پہ اترتے ہیں۔" مگر اس کے برعکس "موت کا منظر" نامی کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عزرائیل علیہ السلام اجازت لے کر حجرہ مبارک میں داخل ہوئے تو حضرت جبرئیل (علیہ السلام) بھی آئے اور انہوں نے کہا "یارسول اللہ دیگر گفتگو کے علاوہ اب میرا زمین پر آنا آخری بار آنا ہے اور میں قیامت تک زمین پر نہیں آؤں گا" تو عرض یہ ہے کہ آخر یہ تضاد کیوں ہے؟ اس ضمن میں یہ حقیقت بھی واضح کر دوں کہ یہی سوال جب جامعہ بنوریہ کے محمد یوسف صاحب لدھیانوی سے پوچھا گیا تو انہوں نے دونوں روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے جواباً فرمایا:

" ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں، جبرئیل علیہ السلام کا وحی لے کر آنا آنحضرت کے وصال کے بعد بند ہو گیا مگر دوسری مہمات کے لئے آنا بند نہیں ہوا" محمد یوسف صاحب لدھیانوی کے اس جواب کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب تطبیق دینا اور کسی حدیث کو ساقط نہ کرنا تب صحیح ہو تا جب دونوں حدیثیں صحیح ہوتیں لیکن یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں۔ اگر صحیح ہوں تو تطبیق ٹھیک ہے۔

اعتراض مذہب حنفیہ کی بنیاد عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ، حضرت علیؓ کے فیصلے و فتاویٰ اور قاضی شریح و قضاۃ کوفہ کے فتاویٰ پر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے ان حضرات کے آثار کو سامنے رکھ کر استنباط و استخراج مسائل کیا لیکن حیرت ہے کہ صحاح ستہ میں بجز ایک دو جگہ کے ان کا نام تک نہیں پایا جاتا آخر کیا وجہ ہے؟ مزید برآں انہیں امام اہل الرائے کا لقب کیوں دیا گیا؟ سوال یہ بھی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے امام مالکؒ سے کیوں روایت نہیں کیا؟ امام مالکؒ سے امام صاحب کو کیا اختلاف تھا؟

جواب امام ابو حنیفہؒ قرآن مجید اور احادیث ہی کو مدارِ دین سمجھتے تھے لیکن ان کے مذہب کے فقہاء اس پر نہیں چلے۔ آج جو کچھ فقہ کے نام سے رائج ہے وہ ان فقہاء ہی کے فتوے ہیں جو امام صاحب سے غلط منسوب ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ صحاح ستہ میں امام ابو حنیفہؒ کی کوئی روایت نہیں اس لئے کہ انہوں نے حدیث کی تدریس و تدوین میں حصہ نہیں لیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں

اہل الرائے کے لقب سے شہرت حاصل ہوگئی اگرچہ ان کے مندرجہ ذیل قول سے بھی اس کی تردید ہوتی ہے۔

لا یحل لاحد ان یأخذ بقولی ما لو یعلم من این قلتہ (مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ صفحہ ۹) یعنی کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں کہ میرے قول کو اختیار کرے جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ میں نے کہاں سے کہا ہے۔

رہا یہ سوال کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے کیوں روایت نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے جب حدیث کی تدریس وتدوین میں حصہ ہی نہیں لیا تو وہ امام مالکؒ سے کیسے روایت کرتے؟

اعتراض جس طرح چاروں ائمہ بقول آپ کے حق پر تھے تو امام جعفر صادقؒ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ بھی حق پر تھے؟

جواب جی ہاں بالکل حق پر تھے۔ اس لئے کہ جس طرح چاروں فقہیں ان چاروں اماموں کی نہیں اسی طرح فقہ جعفریہ بھی ان کی نہیں صرف ان کے نام سے منسوب ہے۔ امام جعفر صادقؒ شیعہ نہیں تھے بلکہ مسلم تھے۔

اعتراض آپ نے تفسیر قرآن عزیز میں رموز واوقاف کے اہتمام کو ملحوظ نہیں رکھا، کیا اس طرح کسی قاری کے لئے قرآن مجید کا پڑھنا دشوار نہیں ہوگا؟ کیا یہ تحریف نہیں ہے؟

جواب رموز واوقاف کا لگانا نہ تو سنت ہے اور نہ ان کا نہ لگانا کوئی تحریف ہے بلکہ قرآن مجید میں رموز واوقاف لگانا ایک قسم کی زیادتی ہے جس سے سنگین نتائج برآمد ہو رہے ہیں بعض لوگ لاعلمی کی بناء پر اسے تحریف سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ رموز بعد والوں نے عوام کی آسانی کے لئے لگائے تھے لیکن ان میں سے بعض رموز بالکل غلط ہیں مثلاً

۱۔ گول آیت پر "لا" لگانا۔

۲۔ سورۂ یوسف کی آیت ۲۴ میں "وَهَمَّ بِهَا" کے بعد "ج" لگانا یہ رمز انتہائی قبیح ہے۔ رموز لگانے والوں نے یہ نہیں سوچا کہ اس سے ایک جلیل القدر نبیؑ پر بڑی چوٹ پڑتی ہے۔

۳۔ مزید برآں سورۂ حجر کی ایک آیت کو تیرھویں پارے میں رکھنا اور باقی آیات کو چودھویں پارے میں رکھنا حیرت انگیز ہی نہیں بلکہ ایک المناک جسارت ہے آخران غلطیوں

کی اصلاح کیسے ہو؟

۴۔ قرآن مجید سورتوں میں ترتیب دیا گیا تھا آخر اسے تیس پاروں میں تقسیم کرنے والے نے سورتوں کے حساب سے تیس پاروں میں تقسیم کیوں نہیں کیا؟

رموز کیلئے حروف استعمال کئے گئے اس طرح قرآن مجید میں حروف کا اضافہ کیا گیا۔ الغرض ان اصلاحی تبدیلیوں پر لوگ بلا وجہ تنقید و اعتراض کرتے ہیں آخر وہ تحقیق کیوں نہیں کرتے؟

اعتراض سکتوں والی حدیث کو اہل حدیث کے ایک صاحب نے ناصر الدین البانی صاحب کے حوالے سے ضعیف کہا ہے لیکن آپ اسے صحیح قرار دیتے ہیں۔ تفصیل سے آگاہ فرمایئے۔

جواب البانی صاحب امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہی نہیں لہٰذا وہ سکتوں والی حدیث کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اہلحدیث بھی کیونکہ سکتوں والی حدیث کو اپنے عمل کے خلاف پاتے ہیں لہٰذا انہیں البانی صاحب کی جرح بہت پسند آئی ہے اور انہوں نے ان کی جرح کو دانتوں سے پکڑ لیا تاکہ وہ اس حدیث پر عمل سے راہ فرار اختیار کرسکیں اور تنقید و ملامت سے اپنا دامن بچا سکیں۔ حیرت ہے کہ اس طرزِ عمل کے باوجود یہ خود کو اہلحدیث بھی کہتے ہیں۔

بہرحال ابتداء میں تو ہمیں بھی البانی صاحب پر اعتماد تھا لیکن اب قطعاً نہیں رہا کیونکہ انہوں نے کئی احادیث پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ البانی صاحب کی کئی غلطیوں کو ہم نے پکڑا ہے مثال کے طور پر ① "للامام سکتتان" البانی صاحب اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول بتاتے ہیں اور سند حسن بتاتے ہیں۔ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ بے شک یہ الفاظ حضرت ابوہریرہؓ کے ہیں لیکن ان الفاظ کی دلالت اس کے مرفوع ہونے پر ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: "امام کے دو سکتے ہوتے ہیں"۔ بتایئے امام سے کون مراد ہے؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہیں بلکہ کوئی اور امام مراد ہے تو وہ دلیل کیا ہوئی؟ ظاہر ہے کہ البانی صاحب دلالۃ النص کو چھپا رہے ہیں حالانکہ لفظ "امام" کی دلالت صاف اور واضح ہے لیکن اسے قصداً نظرانداز کیا گیا ہے جو کہ صحیح نہیں۔

② **امام حسن بصریؒ مدلس ہیں** البانی صاحب کہتے ہیں کہ امام نسائیؒ اور امام ابن حبان نے امام حسن بصریؒ کو مدلس کہا ہے لہٰذا وہ مدلس ہیں لیکن انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی سند پیش نہیں کی۔

سوال یہ ہے کہ ڈھائی سو سال بعد پیدا ہونے والے نے کیسے کہہ دیا کہ وہ مدلس تھے یہ بات تو ان کے کسی ہم عصر کو کہنی چاہیئے تھی۔

البانی صاحب کو چاہیئے تھا کہ امام حسن بصریؒ کو مدلس ثابت کرنے کے لئے ان کے کسی ہم عصر امام کا قول پیش کرتے اور کیونکہ انھوں نے ایسا نہیں کیا لہٰذا ایک بلند پایہ امام کو مدلس باور کرانا یقیناً بہت بڑی جسارت ہے۔

بہت سے محدثین نے امام حسن بصریؒ کو قطعاً مدلس تسلیم نہیں کیا۔ اب ہم محدثین کی توثیق کو مانیں یا البانی صاحب کی خود ساختہ جرح کو؟ امام بخاری اور امام مسلم نے بھی امام حسن بصریؒ کو مدلس تسلیم نہیں کیا۔

اعتراض مصنف ابن ابی شیبہ نے علقمہ کے ذریعہ وائل بن حجر سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے دیکھا اس حدیث کے راوی بھی سب معتبر ہیں۔ اس حدیث کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب مصنف ابن ابی شیبہ میں ابراہیم نخعی کا قول مرفوع حدیث کے متن میں شامل ہو گیا ہے۔ مصنف کے قدیم نسخوں میں یہ الفاظ حدیث کے متن میں شامل نہیں ہیں۔ مزید برآں علمائے اہلحدیث اور علمائے احناف کے لئے تو یہ چوٹی کی دلیل تھی ایسی چوٹی کی دلیل آخر کس لئے ان کی نظروں سے اوجھل رہی صرف اس لئے کہ یہ مصنف میں تھی ہی نہیں۔

حال ہی میں جو مصنف چھپ کر آئی ہے اس میں صاف مذکور ہے کہ یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے نہ کہ مرفوع حدیث۔

اعتراض آپ نے تبلیغی نصاب اور شرک نامی پمفلٹ کے صفحہ ۲۲ پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ "جو شخص بھی جماعت المسلمین میں شامل ہوتا ہے وہ صرف مسلم ہوتا ہے، نہ اس کا کوئی مسلک ہوتا ہے، نہ مذہب ہوتا ہے، نہ کوئی مکتبہ فکر ہوتا ہے اور نہ کوئی فرقہ وارانہ فقہ" کیا جماعت المسلمین کا کوئی مذہب نہیں؟

جواب جی ہاں! جماعت المسلمین کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ "اس کا تو بس دین ہوتا ہے اور وہ دین اسلام ہوتا ہے۔ وہ صرف قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے احکام کا پابند توحید وسنت پر گامزن ہوتا ہے"۔

معترض نے ہمارے محولہ بالا پمفلٹ سے خط کشیدہ عبارت کو (جو اوپر کی عبارت کے

متصل ہے) قصداً چھوڑ دیا ہے اگر اسے بھی لکھ دیتے تو اعتراض ہی نہ کرتے۔

اعتراض آپ نے اپنے ایک اسٹیکر میں غلط ترجمے کئے ہیں۔ مثلاً تَلْزَمُ کے معنی "لازم پکڑو۔" حالانکہ تلزم واحد مذکر حاضر ہے جس کے معنی ہیں "لازم پکڑ تو ایک مرد"

فَاعْتَزِلْ کے معنی کئے ہیں "علیحدہ رہو" حالانکہ عربی کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ فاعتزل بھی واحد مذکر حاضر ہے جس کے معنی ہیں "علیحدہ رہ"

حدیث نبویؐ کے ان دونوں لفظوں کا ترجمہ صحیح کر لیا جاتا تو فرد واحد بنتا ہے اور یہ حدیث جماعت پر چسپاں نہ ہوتی اسی لئے ارشاد نبویؐ کے الفاظ کا ترجمہ بدل گیا۔

جواب معمولی اردو جاننے والا بھی اس بات کو جانتا ہے کہ اردو میں واحد مخاطب کے لئے لفظ "تم" ہی استعمال ہوتا ہے نہ کہ "تو"۔

افسوس کہ معترض اس بات سے ناواقف ہیں اور تحریف کا الزام لگا رہے ہیں۔

معترض سے چند سوال

۱۔ اگر ہزاروں مسلم فرداً فرداً فرقوں سے علیحدہ ہو جائیں تو وہ جماعت بنا کر رہیں یا علیحدہ علیحدہ؟

۲۔ اگر جماعت بناتے ہیں تو بقول ان کے حدیث کی خلاف ورزی [illegible] نہیں بناتے تو فرقے قیامت تک دندناتے رہیں گے کیا معترض کو یہ چیز پسند ہے؟ کیا معترض کو اعلائے کلمۃ الحق پسند نہیں؟

۳۔ اسلام اجتماعی زندگی کا تقاضا کرتا ہے یا بھیڑ بکریوں کی طرح انفرادی زندگی کا؟

اعتراض آپ نے بحوالہ نسائی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کے بعد لکھا ہے اَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (دعوات المسلمین) حالانکہ نسائیؒ میں یہ دعاء اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ کے بعد نہیں بلکہ الصلوٰۃ علی النبی (درود شریف) کے بعد ہے۔ (دیکھئے نسائی شریف ص۱۹۳ جلد۱ مشکوٰۃ ص۸۸ جلد۱) یعنی محدثین کے ہاں تشہد پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ تشہد میں درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھی

جائے جس جگہ آپ نے یہ دعاء لکھی ہے اس جگہ اس دعاء کو پڑھنے کا محدثین میں سے کوئی بھی قائل نہیں گویا یہ آپ کی حدیث نبویؐ میں کھلی تحریف ہے۔

جواب ہم معترض کی تسلی کے لئے اس حدیث کو مع باب کے ذیل میں نقل کر رہے ہیں:۔

" نوع اٰخر من الذکر بعد التشهد"

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحیٰی عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی الصلوٰۃ "بعد التشھد" احسن الکلام کلام اللہ واحسن الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نسائیؒ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دہلی ۱۳۵۰ھ جلد اول ص۱۴۷)

قارئین کرام باب میں بھی خط کشیدہ " بعد التشھد " کے الفاظ اور حدیث کے متن میں بھی بعد التشھد کے خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں اور فیصلہ فرمائیں کہ یہ دعاء تشہد کے بعد ہے یا درود شریف کے بعد؟

امام نسائیؒ جیسے محدث نے باب میں نقل کیا کہ یہ دعاء تشہد کے بعد ہے لیکن معترض صاحب لکھتے ہیں کہ محدثین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ محدثین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تو حدیث کے متن میں یہ چیز موجود ہے وہی درحقیقت اس کی دلیل ہے۔ قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ اس دعاء کو درود شریف کے بعد لکھ کر تحریف کس نے کی ہے؟

سوال جب اہلِ کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے تو پھر فرقہ پرستوں سے نکاح کیوں نہیں ہو سکتا ؟

جواب یہ صحیح ہے کہ اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ مشرک عورت سے نکاح ناجائز ہے تو اب معاملہ صاف ہو گیا کہ اگر اہلِ کتاب مشرک ہیں تو ان کی عورتوں سے نکاح ناجائز ہو گا۔

فرقہ پرستی شرک ہے اس لئے ان سے نکاح ناجائز ہے ؟
فرقہ پرستوں سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا نکاح نہیں ہو سکتا۔
اہلِ کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو مسلمین سے پہلے کتاب دی گئی ہے اوتوا الکتٰب من قبلکم۔ فرقہ پرستوں کو ہم سے پہلے کتاب نہیں دی گئی۔

سوال دعاء کے بعد ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے کی کیا دلیل ہے ؟

جواب دعاء کے بعد ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا، ترمذی میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ امام ترمذی نے اس کو صحیح یا حسن کہا ہے۔

ہر دعاء کے بعد یہی کیا جائے گا۔ کیا یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ دس تین جو رکوع کیا جاتا ہے اس میں سبحان ربی العظیم پڑھنے کا کیا ثبوت ہے ؟

سوال آپ نے جاہلیت کو کفر کیوں کہا ہے ؟ کسی کا جاہل ہونا کیا یہ بھی کفر ہے ؟

جواب جاہلیت کی موت سے مراد ایام جاہلیت کی موت ہے یعنی کفر کے زمانہ کی موت۔
جاہل ہونا اور جاہلیت کی موت مرنا دونوں میں فرق ہے۔ کفر کی بات ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفر کی موت مرے گا۔ کفر پر مرنے کے بعد توبہ کی کوئی صورت نہیں۔

جاہلیت سے مراد فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ (ترمذی وسندہ صحیح) اس حدیث نے تشریح کر دی کہ جاہلیت کی موت سے مراد اسلام پر مرنا نہیں ہے بلکہ اسلام چھوڑ کر مرنا ہے۔

سوال عید کی نماز سے پہلے خطبہ دینے کا ثبوت بھی آپ نے مسند احمد کے حوالے سے دیا ہے کیا یہ بھی صحیح ہے ؟

جواب عید کی نماز خطبہ سے پہلے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل و مسلسل عمل ہے کبھی اگر ایک دفعہ خطبہ کے بعد پڑھائی ہو تو اس سے صرف جواز ثابت ہو گا۔ حضرت عمرؓ

حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے کبھی ایک مرتبہ خطبہ کے بعد نماز عید پڑھائی۔ اگر اس کو تسلیم نہ کریں تو ان صحابیوں کے فعل کی کیا توجیہ کریں گے۔ کیا انہوں نے بدعت کی۔

ہم سنّت پر عمل کرتے ہیں۔ جواز پر عمل نہیں کرتے۔ ہم صحیحین کی حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اس کے خلاف کو ہم شاذ ہی کہیں گے لیکن اصولِ حدیث والا شاذ نہیں۔

اعتراض آپ نے "منہاج المسلمین" میں تیمم کا مسئلہ قرآن مجید کے خلاف لکھا ہے۔

جواب پہلی بات تو یہ ہے کہ واؤ سے ترتیب لازم نہیں آتی۔ دوسری بات یہ کہ "منہاج المسلمین" میں الحمد للہ ہر مسئلہ قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے اس کے خلاف ہرگز نہیں۔ لہٰذا تیمم کا مسئلہ بھی صحیح ترین احادیث کے مطابق ہے۔ اگر آپ کی تصحیح درست ہوتی تو ہم ان شاء اللہ فوراً اس کی اصلاح کر دیتے۔ بہر حال تیمم کا مسئلہ درج ذیل احادیث کے مطابق ہے نوٹ فرمالیں:

۱۔ ثم مسح بهما ظهر كفه بشماله او ظهر شماله بكفه ثم مسح بهما وجهه وفی رواية مسح بهما وجهه وكفيه (صحیح بخاری عن عمارؓ)

۲۔ ثم ضرب بشماله على يمينه بيمينه على شماله على الكفين ثم مسح وجهه (رواہ ابوداؤد عن عمارؓ سکت عنہ الحافظ۔ فتح الباری جزء اول ۴۴۴، صحیح ابوداؤد ۱/۶۵)

۳۔ ثم تمسح بيمينك على شمالك وشمالك على يمينك ثم تمسح على وجهك (رواہ الاسمٰعیلی وسکت عنہ الحافظ فتح الباری جزء اول ۴۴۴)

مذکورہ تینوں احادیث کا خلاصہ یہ ہوا:۔

پہلے دونوں ہاتھوں پر پہنچوں تک مسح کرے، اُلٹے ہاتھ سے سیدھے ہاتھ کی پشت پر مسح کرے اور سیدھے ہاتھ سے اُلٹے ہاتھ کی پشت پر مسح کرے، پھر دونوں ہاتھوں سے چہرہ پر مسح کرے۔

الغرض مذکورہ تیمم کا طریقہ سنّت ثابتہ ہے اور متواتر ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسرا طریقہ متواتر نہیں ہے، امید ہے کہ مسئلہ زیر بحث پر اعتراض کا ازالہ ہو گیا ہوگا۔

سوال آپ نے غیر اللہ کی نذر و نیاز کے بارے میں پوچھا ہے کہ اسے کھایا جائے یا نہ کھایا جائے؟

جواب غیر اللہ سے منسوب نذر ہو یا نیاز اس کے معنی ہی یہی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام سے پکاری جائے یا منسوب کی جائے۔

عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ فقط ذبیحہ ہی حرام ہے باقی کوئی چیز جو غیر اللہ کے نام پر کی جائے وہ جائز ہے اور اس پر بسم اللہ پڑھ کر کھا لیا جائے۔ یہ صحیح نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

"اللہ نے شیطان پر لعنت کر دی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لیا کروں گا۔" (نساء - ۱۱۸)

غور کیجئے یہ مقررہ حصہ کیا ہے؟ اپنی نذر و نیاز میں شیطان کا حصہ تو کوئی مقرر نہیں کرتا البتہ شیطان کے بہکانے میں آکر لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کی نذر و نیاز ضرور کرتے ہیں اور یہ ہو رہا ہے بس یہی شیطان کا حصہ ہے۔

مزید غور فرمائیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"یہ لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور اللہ کے پیدا کئے گئے چوپایوں میں سے اللہ کا حصہ مقرر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کا حصہ اور یہ ہمارے شرکاء کا حصہ ہے پھر جو حصہ ان کے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں جاتا۔" (انعام - ۱۳۶)

مذکورہ آیت کی روشنی میں رزق اور مویشی دونوں آگئے۔ اب خواہ ذبیحہ غیر اللہ کے نام سے پکارا جائے یا اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے رزق میں سے کوئی چیز بطور نیاز تقسیم کی جائے۔

آپ نے البقرہ کی جو آیت پیش کی ہے اس میں نذر کا ذکر نہیں۔ ذکر نہ ہونے سے کیا مطلب؟ "نام لیا گیا تو وہ نذر ہی ہوئی"۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث جو حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہؓ سے مروی ہے تعجب ہے کہ آپ نے اس کی سند کے بارے میں پوچھا ہے۔

سند تو بالکل صحیح ہے لیکن اس سے جو نتیجہ یا حیلہ اخذ کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔

پیش کردہ حدیث میں اللہ کا نام ذکر کرنے کے متعلق سوال کیا گیا ہے غیر اللہ کا نام ذکر کرنے کا ذکر اس حدیث میں نہیں۔

کل مسکر حرام میں تمام نشہ آور اشیاء مثلاً بھنگ وغیرہ کا نام نہیں تو کیا اس کا استعمال جائز ہو سکتا ہے؟

سوال شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی اور اہلحدیث ان کی نماز غلط ثابت کرنے کے لئے کوئی ٹھوس دلیل دیجئے۔

جواب نماز کے متعدد ارکان ہیں، ہر رکن کے لئے علیحدہ علیحدہ دلیل دینی ہوگی۔ ایک دلیل کہاں سے آئے گی۔

شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی کی نماز کا طریقہ ان کے مذاہب کے مطابق ہے۔ حدیث سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں تو اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے مذہب میں ہے اس لئے نہیں کہ حدیث میں ہے۔ احادیث کو تقسیم کرلیا۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی حدیث کو نہیں مانتا خواہ وہ حدیث صحیح ہی کیوں نہ ہو۔

اہلحدیث کی نماز میں سکون نہیں ہوتا۔ رفع یدین ایسے کرتے ہیں جیسے کوئی مکھی اڑا رہا ہو۔ ہاتھ عجیب طریقہ سے ہنسلی پر باندھتے ہیں حالانکہ اس طرح ہاتھ باندھنا صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے۔ کندھے نہیں ملاتے، ٹانگیں چیرتے ہیں۔ امام سکتے نہیں کرتا۔

سوال آپ اپنی نماز صحیح ثابت کرنے کے لئے کوئی ٹھوس دلیل دیجئے۔

جواب صلوٰۃ المسلمین پڑھ لیجئے۔ آپ اس میں دیکھیں گے کہ ہر بات آیت یا صحیح یا حسن حدیث سے ثابت کی گئی ہے۔

سوال کیا چاروں ائمہ رفع یدین کرتے تھے؟

جواب امام شافعیؒ اور امام احمدؒ رفع یدین کرتے تھے اور ان کے ماننے والے بھی رفع یدین کرتے ہیں۔ امام مالک رفع یدین کرتے تھے۔ ان کی کتاب موطا میں رفع یدین کی حدیث موجود ہے لیکن ان کے ماننے والے یعنی مالکی رفع یدین نہیں کرتے اور یہ ان کی صریح غلطی ہے۔

سوال کیا آپ کی جماعت المسلمین سے پہلے کوئی جماعت المسلمین نہیں تھی؟

جواب انبیاء علیہم السلام تو جماعت المسلمین ہی بناتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جماعت المسلمین ہی بنائی تھی (صحیح بخاری)

اگر آپ کا یہ سوال ہے کہ موجودہ زمانہ میں ہماری جماعت سے پہلے کوئی جماعت المسلمین تھی یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے علم کی حد تک ہماری جماعت سے پہلے کوئی جماعت المسلمین نہیں تھی۔

اعتراض حضرت ام حرامؓ کی حدیث صحیح بخاری میں سات جگہ ہے۔ چھ جگہ حضرت انسؓ سے اور ایک جگہ حضرت عمیرؓ سے۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضرت انسؓ اور حضرت عمیرؓ کی حدیثوں میں اختلاف ہے لہٰذا عمیر کی حدیث ناقابل اعتبار ہے اس وجہ سے کہ حضرت انسؓ حضرت ام حرامؓ کے بھانجے ہیں، وہ اپنی خالہ کی حدیث کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔

جواب (۱) کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ حضرت عمیرؓ کی حدیث زیادہ قابل اعتبار ہے اس لئے کہ حضرت انسؓ بچے تھے، انہوں نے بچپن کی وجہ سے اس کو اچھی طرح محفوظ نہیں کیا جیسے کہ کہا کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی عدم رفع یدین کی حدیث زیادہ قابل اعتبار ہے اس لئے کہ عبداللہ بن عمرؓ لڑکے تھے اور ابن مسعودؓ معمر تھے۔

(۲) کیونکہ حضرت عمیرؓ اور حضرت انسؓ کی روایتوں میں اختلاف ہے لہٰذا حضرت انسؓ کی حدیث بہتر ہے کیونکہ اس کا متن ہر روایت میں یکساں ہے۔ لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ کی روایتوں میں بھی اختلاف ہے۔ ایک میں "عجبت من قوم من امتی" جو باقی پانچ روایتوں میں نہیں ہے۔ ایک میں ہے کہ "انت معهم" باقی پانچ میں ہے کہ "قد عالها"۔ ایک میں خبر ہے، ایک میں دعاء۔ خبر یقینی چیز ہے جبکہ دعاء کی قبولیت یقینی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ اختلاف اہم نہیں ہے۔ تطبیق ہوسکتی ہے۔ اسی طرح سے حضرت عمیرؓ والی حدیث کا اختلاف بھی دور ہوسکتا ہے۔ عقل چاہیئے، علم چاہیئے، نیک نیتی چاہیئے۔ اب میں ان ساتوں روایت کے مضمون کو تطبیق کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے پھر جاگے، آپ مسکرا رہے تھے۔ ام حرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول، کس چیز نے آپ کو ہنسایا؟ فرمایا: میں اپنی امت کی ایک جماعت کو دیکھ کر خوش ہوا۔ میری اُمت کے کچھ لوگ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش کئے گئے اس حالت میں کہ وہ اس سبز سمندر کے بیچ میں اس حالت میں چلے جارہے ہیں گویا کہ وہ تخت نشین بادشاہ ہیں۔ یہ میری امت کا پہلا لشکر ہے جو سمندر میں جنگ کرے گا۔ ان کے لئے (جنت) واجب ہوگئی۔ ام حرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل کردے۔ آپؐ نے ان کے لئے دعاء فرمائی۔ ام حرامؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول، میں ان لوگوں میں شامل ہوں۔ فرمایا: تم ان کے ساتھ ہو (ان میں شامل ہو)۔ پھر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوگئے، پھر جاگے، آپ مسکرا رہے تھے۔ ام حرامؓ نے پوچھا: آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے اس حالت میں پیش کئے گئے گویا کہ وہ تخت نشین بادشاہ ہیں۔ یہ میری امت کا پہلا لشکر ہے جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، ان کی مغفرت ہوگئی۔ ام حرامؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول، اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں بھی شامل کر دے۔ آپ نے فرمایا تم پہلے لوگوں (یعنی پہلے لشکر) میں شامل ہو۔

(۴) اس قسم کے اختلافات تو قرآن مجید میں بھی ملتے ہیں مثلاً: سورۂ قصص میں ہے کہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو درخت سے آواز آئی "میں اللہ رب العالمین ہوں۔" سورۂ نمل میں ہے کہ "آگ میں سے آواز آئی۔" اب کیا ان دونوں آیتوں میں سے ایک ضعیف ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ دونوں صحیح ہیں۔ تطبیق ہوسکتی ہے۔ اس قسم کی اور بھی آیات ہیں لیکن سب میں تطبیق ہوسکتی ہے اور حدیث پر اعتراض کرنے والے ان آیات کی تطبیق کرتے ہیں لیکن حدیث میں تطبیق کو بھول جاتے ہیں۔ نیک نیتی کے فقدان سے یہ باتیں رونما ہوتی ہیں۔

اعتراض امام بخاری نے اس حدیث کو جس میں قیصر کے شہر پر حملہ کرنے کا ذکر ہے "ماقیل" سے بیان کیا ہے جس سے ضعف حدیث کا شک ہوتا ہے۔ امام بخاری نے بصیغہ مجہول بیان کرکے شاید اس کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جواب باب میں اگر مجہول کا صیغہ آئے تو روایت مشکوک نہیں ہوتی۔ اس طرح تو صحیح بخاری کی متعدد احادیث ضعیف ہوجائیں گی مثلاً باب "ما قیل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحول رداءہٗ فی الاستسقاء یوم الجمعۃ، باب ما یقال اذا امطرت، ما قیل فی الزلازل والآیات، باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ، باب ما قیل فی اولاد المسلمین، باب یکرہ من النیاحۃ علی المیت۔ الغرض اس قسم کی بہت سی احادیث ہیں کہاں تک نقل کروں۔

مندرجہ ذیل جملوں پر غور کیجئے۔

(۱) ما قیل فی قتال الروم : قتال روم کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔

(۲) یقال علی الجیش فلان : کہا جاتا ہے کہ لشکر پر فلاں امیر تھا۔

پہلے جملہ میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ جو کچھ کہا گیا اس کا قائل بھی موجود ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرے جملہ میں ابہام ہے۔ قائل مجہول ہے لہٰذا جو کچھ کہا گیا ہے وہ مشکوک ہے۔

پہلا جملہ ضعف پر دلالت نہیں کرتا۔ دوسرا جملہ ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

جس حدیث کو امام بخاری کامل سند کے ساتھ روایت کریں وہ صحیح بخاری کی حدیث کہلاتی ہے۔ جس حدیث کو ناکامل سند سے بیان کریں وہ صحیح بخاری کی تعلیق کہلاتی ہے۔ جس حدیث کی سند صحیح بخاری کی شرائط کو پورا نہیں کرتی وہ اسے کامل سند سے نقل نہیں کرتے۔ اگر تعلیق ضعیف سند سے ہو تو پھر امام بخاری اُسے مجہول کے صیغہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً رُوِی۔ روایت کیا جاتا ہے۔ باب میں اگر مجہول کا صیغہ آئے تو اس سے روایت ضعیف نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری میں صرف صحیح حدیثیں نقل کی ہیں تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی حدیث کے ضعف پر اپنے باب میں اشارہ کریں، پھر تو وہ اپنے قول کی خود تردید کر رہے ہیں اور یہ بالکل غلط ہے۔

سند پر بحث

صحیح بخاری کی احادیث کی سند پر بحث نہیں کی جاتی۔ بہرحال یہ اس زمانہ کے لوگوں کی خوبی ہے کہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

① اعتراض عمیر بن اسود عنسی کے نام میں اختلاف ہے۔

جواب حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: عمیر بن الاسود وھو عمرو بن الاسود "یعنی عمیر بن الاسود وہی ہے جس کو عمرو بن الاسود کہتے ہیں۔ کہاں اختلاف ہے۔ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں (تہ تہ) دوسری جگہ لکھتے ہیں: عمرو بن الاسود ...... وھو عمیر بن الاسود (تہ) یہ نام تو جزم کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اگر کوئی تیسرا نام ہے تو وہ مجہول کے صیغہ سے بیان ہوا ہے لیعنی قیل سے (تہ) اجمعوا علی انہ کان من علماء الثقات۔ محدثین کا اجماع ہے کہ وہ علماء ثقات میں سے ہے (تہ) توثیق میں کوئی اختلاف نہیں۔

② اعتراض یہ روایت دوسری تمام روایتوں کے خلاف ہے۔

جواب کہاں خلاف ہے؟ میں نے تمام روایتوں کو ایک متن میں جمع کر دیا ہے۔ ص ۲۶

دیکھیں۔

⑤ **اعتراض** ان کی یعنی اسحاق بن یزید کی بیس احادیث موضوع ملی ہیں۔

جواب حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: قال له عن یزید بن ربیعة عن ابی الاشعث عن ثوبان مرفوعا مقدار عشرین حدیثا کلها غیر محفوظة وله احادیث صالحة (۱/۲۲۰) حافظ صاحب کی عبارت سے واضح ہوا کہ بیس حدیثیں غیر محفوظ ہیں لیکن معترض نے لکھا ہے کہ بیس حدیثیں موضوع ہیں۔ غیر محفوظ میں اور موضوع میں بڑا فرق ہے غیر محفوظ کا راوی ضعیف الحافظہ ہو سکتا ہے لیکن کذاب و وضاع نہیں ہو سکتا برخلاف اس کے موضوع حدیث کا راوی کذاب و وضاع ہوتا ہے۔ معترض نے کیسا دھوکہ دیا ہے۔

حافظ صاحب آگے لکھتے ہیں: قرأت بخط الذهبی شیخه یزید ساقط فالعهدة علی یزید۔ یعنی امام ذہبی لکھتے ہیں اسحاق بن یزید کا استاد یزید ساقط ہے۔ لہٰذا ان بیس احادیث کا غیر محفوظ ہونا یزید کی وجہ سے ہے (نہ کہ اسحاق بن یزید کی وجہ سے) (۱/۲۲۰)

حافظ صاحب آگے لکھتے ہیں: قلت وقد قال ابن عساکر ایضا الوهم فی تلك الاحادیث من یزید (۱/۲۲۰) یعنی امام ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ان بیس احادیث میں وہم (یعنی غیر محفوظ ہونا) یزید کی وجہ سے ہے۔

ثابت ہو گیا کہ یہ غیر محفوظ احادیث یزید کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ وہ ساقط الاعتبار ہے لہٰذا اس کی روایت کردہ احادیث غیر محفوظ ہیں۔

معترض نے یہاں بھی دھوکہ دیا کہ ان بیس احادیث کے ضعف کا ذمہ دار اسحاق بن یزید کو ٹھہرایا حالانکہ ان کے ضعف کا ذمہ دار دوسرا راوی یزید ہے۔

نوٹ:۔ اوپر کے تمام حوالے تہذیب التہذیب کے ہیں۔ اوپر کا ہندسہ جلد کا نمبر ہے اور نیچے کا ہندسہ صفحہ کا نمبر ہے۔

⑥ **اعتراض** حضرت انسؓ کی روایت کو تمام محدثین نے بالاتفاق قبول کیا ہے اور عمیر بن الاسود کی روایت کو امام بخاری کے سوا کسی محدث نے روایت نہیں کیا۔

جواب یہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ایسی بہت سی احادیث ہیں جن کو ایک ہی محدث روایت کرتا ہے، کیا وہ ضعیف ہوتی ہیں؟ مزید برآں امام بخاری اکیلے ہی ان سب پر

بھاری ہیں۔ صحیح بخاری کی احادیث پر ان کے ہم عصر محدثین نے اتفاق کیا ہے لہذا حدیث کو صحیح کہنے والے صرف امام بخاری نہیں ہیں بلکہ سب محدثین ہیں۔

مزید برآں اس حدیث کو حسن بن سفیان نے بھی اپنی مسند میں بیان کیا ہے۔ ان کی روایت میں اسحاق بن یزید کا متابع بھی موجود ہے۔ لیجئے اب امام بخاری اکیلے نہیں ہے (فتح الباری ۳۴۳/۲)

⑤ **اعتراض** حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عمیر بن الاسود اور عمرو بن الاسود الگ الگ شخص ہیں۔

جواب تھذیب التھذیب میں انہوں نے جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ انہوں نے وہاں راجح کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ صاف صاف فیصلہ کیا کہ دونوں ایک ہیں۔

صحیح بخاری میں عمیر نام ہے۔ امام بخاری نے ان سے روایت کیا ہے تو جب ہی روایت کیا ہے جب وہ نام اور ثقاہت سے مطمئن ہوگئے۔ اگر دوسروں نے دوسرے نام کا ذکر کیا تو ان کی بات پر امام بخاری کی بات کو ہر لحاظ سے فوقیت ہے۔

⑥ **اعتراض** عمیر سے روایت کرنے والے صرف خالد ہیں اور حضرت انس سے روایت کرنے والے کئی ہیں۔

جواب یہ کوئی اعتراض نہیں جبکہ روایتوں میں تضاد نہ ہو۔

⑦ **اعتراض** حضرت انسؓ حضرت ام حرامؓ کے بھانجے ہیں اور عمیر اجنبی ہیں۔

جواب یہ بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ صحت حدیث کے لئے ثقاہت کی ضرورت ہے۔ (رشتہ کی ضرورت نہیں)۔

سوال کیا یہ لشکر وہی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی؟

جواب یہ لشکر وہی ہے ورنہ حضرت ابو ایوبؓ کو نازک حالت میں جانے کی کیا ضرورت تھی۔

سوال کیا امیر عبدالرحمن تھے؟

جواب مدینہ کے فوجی دستے پر عبدالرحمن امیر تھے۔ ابوداؤد کے الفاظ ہیں:۔ غزونا من المدينة نريد القسطنطينة وعلى الجماعة عبد الرحمٰن۔ یعنی ہم مدینہ سے لڑنے کے لئے نکلے، ہمارا ارادہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا تھا اور عبدالرحمن جماعت

پر امیر تھے۔ بیہقی میں ہے اہلِ مصر پر عقبہ امیر تھے، اہلِ شام پر فضالہ امیر تھے۔ اسی طرح اہلِ مدینہ پر عبدالرحمٰن امیر تھے۔ پوری فوج پر حضرت یزید امیر تھے۔ صحیح بخاری میں ہے:۔
فیھم ابو ایوب صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوتہ التی توفی فیھا ویزید بن معاویۃ علیھم بارض الروم ۔ یعنی ہر شہر کے دستوں پر علیحدہ علیحدہ امیر تھے لیکن ارض روم پہنچکر سب یزید کے ماتحت تھے۔ ابوداؤد اور بیہقی کی حدیث صحیح ہے لیکن اس میں اس فوجی دستے کی امارت کا ذکر ہے جو مدینہ سے گیا تھا۔

حاسد، کم علم، ہٹ دھرم مولویوں کے چکر میں نہ آئیں۔ یہ ہمیں بحث میں الجھا کر ہماری ترقی کو روکنا چاہتے ہیں۔ میرا وقت ضائع ہوتا ہے اور اصل کام رہ جاتا ہے۔ آجکل مجلس احناف ناظم آباد، کراچی، امین احسن اصلاحی، حبیب الرحمٰن کاندھلوی وغیرہ ہاتھ دھو کر صحیح بخاری کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ان سے ہوشیار رہیں۔

اصول ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ کو دین کامل ہوگیا۔ اب اس میں اضافہ نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث میں جو کچھ ہے بس وہی دین ہے۔

سوال بعض احادیث میں خلفاء راشدین کی اتباع کا حکم ہے گویا دین کے کامل ہو جانے کے بعد بھی بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا اتباع ضروری ہے۔

جواب یہ صحیح ہے کہ حدیث میں خلفاء راشدین کے طریقہ پہ چلنے کی تاکید کی گئی ہے لیکن مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں یہ بات ماننی پڑیگی کہ خلفاء راشدین ایسے کسی طریقہ کو ایجاد نہیں کر سکتے جو کامل دین میں نہ ہو۔ دین میں کسی طریقہ کو ایجاد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دین کامل نہیں، ناقص ہے اور یہ سراسر باطل ہے۔

اگر خلفاء راشدین کسی طریقہ کو ایجاد کریں تو پھر ان کی طرف احداث فی الدین کو منسوب کرنا پڑیگا اور یہ بھی قطعاً باطل ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ راشد بھی ہوں اور بدعتی بھی۔ جو بدعتی ہو وہ خلیفہ راشد نہیں ہوسکتا۔ خلیفۂ راشد تو وہی ہو سکتا ہے جو قرآن مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلفاء راشدین کا عمل گویا سنت نبویؐ کا ایک بہترین ثبوت ہوگا اور جس طریقہ پر وہ چلتے رہے ہوں گے وہ طریقہ یقیناً سنت نبویؐ سے ماخوذ ہوگا گویا خلفاء راشدین کی سنت سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوسکتی ہے۔ خلفاء راشدین بالاتفاق کسی ایسے طریقہ پر عمل پیرا نہیں ہوسکتے جس کا نمونہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہو۔

سوال حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن ایک اذان کا اضافہ کیا۔ کیا یہ اضافہ شرعی لحاظ سے

صحیح تھا۔

جواب حضرت عثمانؓ کے زمانہ کی اذان شرعی اذان نہیں تھی۔ وہ تو ایک قسم کا اعلان تھا۔ اذان کا لفظ اعلان کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے "أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ" (مؤذن نے اذان دی کہ اے قافلہ والو، تم چور ہو) یعنی ایک پکار کر کہنے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو، تم چور ہو، مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جو اعلان کیا جاتا تھا وہ ایک قسم کی تنبیہ ہوتی تھی تاکہ بازار والے ہوشیار ہو جائیں۔ اعلان کرنے والا یہ کہتا تھا کہ خرید و فروخت کے حرام ہونے کا وقت قریب آگیا۔ بس اسی قسم کے الفاظ ہوتے تھے جو وہ ادا کرتا تھا۔

سوال تقلید، اتباع اور اقتداء میں کیا فرق ہے؟

جواب تقلید کے معنی ہیں: گردن میں طوق ڈالنا۔ تقلید اصطلاح میں ایک خاص معنی میں استعمال ہوتا ہے اور وہ یہ ہے:۔

التقليد اتباع الانسان غيره فيما يقول او يفعل معتقدا الحقيقة فيه من غير نظر و تأمل في الدليل كأن هذا المتبع جعل قول الغير او فعله قلادة في عنقه من غير مطالبة الدليل (حاشیہ حسامی)	تقلید دوسرے انسان کے قول اور فعل کی پیروی کا نام ہے اس اعتبار کے ساتھ کہ وہی حقیقت ہے، تقلید کرنے والا خود نہ دلیل کو دیکھے گا اور نہ دلیل پر غور کرے گا گویا کہ مقلد نے بغیر دلیل کے مطالبہ کئے دوسرے کے قول یا فعل کا قلادہ (پٹہ) اپنی گردن میں ڈال لیا ہے۔

گویا تقلید دوسرے کی ذہنی غلامی کا پٹہ ہوتا ہے جو مقلد اپنی گردن میں ڈال لیتا ہے اور جس طرح غلام اپنے آقا کے حکم کے معاملہ میں چوں و چرا نہیں کرتا مقلد بھی اپنے متبوع کے قول و فعل کے سلسلہ میں چوں و چرا نہیں کرتا۔

اتباع اور اقتداء کی کوئی اصطلاحی تعریف نہیں ہے۔ یہ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوتے ہیں، اتباع اور اقتداء اچھی بات کی بھی ہوتی ہے اور بری بات کی بھی ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ (انعام - ۱۵۵) یہ (بڑی) بابرکت کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے لہٰذا اس کی اتباع کرتے رہو۔

اس آیت میں اتباع اچھی بات یعنی قرآن مجید کی پیروی کے سلسلہ میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْكِ سُلَیْمَانَ (بقرۃ - ۱۰۲) اہل کتاب نے ان (خرافات) کا اتباع کیا جو شیاطین سلیمان (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے عہد حکومت کی طرف منسوب کرکے پڑھا کرتے تھے۔

اس آیت میں اتباع بری بات کی پیروی کے سلسلہ میں آیا ہے۔

اقتداء بھی اتباع کی طرح ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۰ اور سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۲۳ ۔

اعتراض آپ نے تحریر فرمایا ہے :۔ "ان سب مذہبی گروہوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ آیات قرآنی یا احادیث کا ایک ٹکڑا لیا پھر پورے قرآن وحدیث کو اس کی تشریح میں لگادیا اور کہا اصل مطلوب تو یہی ہے۔ اب خود سوچنے کا مقام ہے کہاں پورا قرآن حکیم اور کہاں احادیث کا پورا مجموعہ اور کہاں یہاں ایک ٹکڑے پر پورے دین کی بنیاد" (آپ کے خط کا صـ۲)

جواب اس تحریر کا مطلب تو آپ ہی خوب سمجھے ہوں گے۔ وضاحت مطلوب ہے۔ بہرحال یہ صحیح ہے کہ بعض ٹکڑے ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان پر پورے دین کی عمارت استوار ہوسکتی ہے مثلاً: ربنا اللہ ثم استقاموا (حٰم السجدہ - ۳۰ ، الاحقاف - ۱۳) یا مثلاً : قل اٰمنت باللہ ثم استقم (صحیح مسلم کتاب الایمان) ، الا للہ الدین الخالص (الزمر-۳) یا مثلاً توحید ورسالت وغیرہ وغیرہ۔

اعتراض آپ نے تحریر فرمایا ہے : "رہ گئے جو لوگ اپنے دلوں میں نفاق کے طور پر یقین رکھتے ہیں کہ ہم سے باہر لوگ کافر ہیں۔ اللہ اس کا فیصلہ قیامت کو کریگا۔" (صـ۳)

جواب ہم کفر اور شرک کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کسی کو کافر نہیں کہتے۔ آیت یا حدیث سنا دیتے ہیں۔ نتیجہ وہ خود نکال لیتے ہیں۔ اصولی طور پر اگر کسی خاص قسم یا صفت کے شخص کو مشرک

کہاہے تو محض علمی رنگ میں اور وہ بھی شاذونادر۔ ایمان والوں کی اکثریت کو مشرک تو اللہ تعالےٰ نے کہاہے اور یہ ایک حقیقت ہے: اللہ تعالیٰ فرماتاہے :۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ (یوسف - ۱۰۶)، الَّذِينَ آمنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم (الانعام - ۸۲) بلکہ " أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ (آل عمران - ۱۰۶) سے تو کفر بھی ثابت ہوتاہے۔ اب رہی یہ بات کہ اہل ایمان کا کفر یا شرک اس کو کہاں تک پہنچا دیتاہے یہ فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کرے گا۔ ہمارا کام سنا دیناہے، ہمارا کام شرک اور کفر کا انجام بتا دیناہے اور بس۔

اعتراض جماعت المسلمین کو بظاہر ایک سنت کا احیا کہہ کر پیش کرنا اور حقیقت میں لوگوں سے جو کہ اس سے باہر ہیں وہ سلوک کرنا جس کا اطلاق صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات کی جماعت پر ہوتاہے یعنی واضح طور پر ان کو کافر مشرک سمجھنا (ص۵)

جواب یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نے "جماعت المسلمین" کا احیاء کیا۔ یہ ایسی چیز نہیں کہ اس پر حسد کیا جائے۔ بلکہ خوش ہونا چاہیئے کہ فرقہ وارانہ نام سے فرقے تو موجود تھے جن کی تعداد اگر پوری ہو چکی ہے تو ۷۲ تھی لیکن ۷۳ واں جزء ناپید تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "الجماعۃ" کا خطاب دیا تھا۔ الغرض جو جزء مفقود تھا وہی تو اللہ تعالیٰ کو مطلوب تھا وہی تو جنتی تھا۔ ہم نے اللہ تعالےٰ کی پسند کے جزء کو برپا کر دیا۔ کیا یہ برائی ہے۔ ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

"واضح طور پر کافر مشرک سمجھنا" اس کا جواب اوپر صفحہ پر دے چکاہوں۔

کیا جو اصولِ جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اب منسوخ ہو چکے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وہی اصول قیامت تک جاری رہیں گے۔ فیصلہ اب بھی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں ہوگا اگرچہ واضح فیصلہ جس کو مخالف بھی مان لے قیامت کے دن ہی ہوسکے گا۔ قرآن مجید میں بار بار اس کو دہرایا گیاہے کہ فیصلہ قیامت کے روز ہی ہوگا۔

اعتراض جو آپ کی جماعت المسلمین سے باہر ہیں ان کو غیر مسلم کہنا، ان کا جنازہ نہ پڑھنا، ان سے نکاح نہ کرنا (ص۵)

جواب ہم کسی کو غیر مسلم نہیں کہتے، دوسرے اپنے کو مسلم نہیں کہتے۔ ایسی صورت میں آپ بتلایئے کہ وہ کیا ہیں۔ آپ فرمائیں گے ایسا تو کوئی نہیں جو اپنے کو مسلم نہ کہے۔ ہیں ایسے لوگ۔

بھی ملے ہیں۔ احتیاطاً ہم کسی کو غیر مسلم نہیں کہتے لیکن حقیقتاً ایسے لوگ موجود ہیں جو اسلام پر عمل نہیں کرتے اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں۔ آخر وہ کیا ہیں؟ جنازہ کی نماز نہ پڑھنا، نکاح نہ کرنا۔ اس سلسلہ میں ہم مجبور ہیں۔ ہم "لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ" اور "فاعتزل تلك الفرق كلها" پر عمل کرتے ہیں۔ (نوٹ: اس سوال کی باقی باتیں اتہام ہیں)۔

اعتراض دعوت میں مخالفین کو یہ کہنا کہ ہم تو قرآن و حدیث پیش کرتے ہیں لوگ اسے اپنی طرف لیں تو ہمارا کیا قصور حالانکہ جماعت میں آنے کے بعد مجھے واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ آپ ان کو قرآن و حدیث نہیں سناتے بلکہ غیر مسلم ہی سمجھتے ہیں۔

جواب اگر سمجھیں تو کوئی بعید از دلیل بھی نہیں۔ تلزم جماعة المسلمين وامامهم۔ ایک جماعت تو ہوئی مسلمین۔ باقی رہے فرقے۔ یہ فرقے بھی اگر جماعت المسلمین ہی ہیں تو پھر تلزم جماعة المسلمين بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔

دوسرے فرقے ایک دوسرے کو کافر سمجھتے بھی ہیں، کہتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں مثلاً بریلوی دیوبندیوں اور اہلحدیثوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ دیوبندی بریلویوں کو، اہلحدیث تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ اہل سنت شیعوں کو کافر کہتے ہیں، شیعہ اہل سنت کو کافر کہتے ہیں۔ اہلحدیث وغیرہ منکرین حدیث کو کافر کہتے ہیں لیکن بُرے ہیں تو ہم حالانکہ ہم نے ان کے فعل کو تو کفر اور شرک کہا لیکن کسی کو کافر یا مشرک نہیں کہا۔ جو شخص "اصول کرخی" ۲۸ و ۲۹ کے ماتحت نہ آیت کو مانتا ہے، نہ حدیث کو مانتا ہے بلکہ مختلف تاویلوں اور حیلوں سے ان کو رد کر کے اپنا مذہب برقرار رکھتا ہے ایسے آدمی کو ہم کیا کہیں؟ احتیاطاً کہتے کچھ نہیں لیکن ساتھ ساتھ ڈر بھی لگتا ہے کہ ایسے آدمی کو بھی کافر نہ کہہ کر ہم غلطی تو نہیں کر رہے۔ ایسے آدمی کو آپ کیا کہتے ہیں (اصول کرخی اگر دستیاب نہ ہو تو ذہن پرستی میں دیکھ لیں)۔

دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا

(۱) عن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا مد یدیہ فی الدعاء لم یردھما حتی یمسح بھا وجھہ (رواہ الحاکم والترمذی) محو الترمذی فی نسخۃ وحسن فی نسخۃ۔

(۲) عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سألتم فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا وامسحوا بھا وجوھکم (رواہ الحاکم وابوداؤد ۱/۲۰۸)۔ یہ حدیث سعید بن ہبیرہ کی وجہ سے بہت ضعیف ہے۔

(۳) عن یزید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجھہ بیدیہ (رواہ الطبرانی فی الکبیر ۲۲/۲۴۲)

اس روایت میں حفص بن ہاشم مجہول ہے لیکن اس کی متابعت حبان بن واسع نے کی ہے اور وہ ثقہ ہے (ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ تہذیب) اس روایت میں رشدین ضعیف ہے۔

اس روایت میں ابن لہیعہ بھی ہے اور وہ ضعیف ہے۔
طبرانی کبیر کی روایت میں رشدین نہیں ہے ۲۲/۲۴۲۔

(۴) عن الزھری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ عند صدرہ فی الدعاء ثم یمسح بھما وجھہ (رواہ عبدالرزاق ۲/۲۴۷، ۳/۱۲۳)
امام عبدالرزاق اور امام معمر بن راشد ایسا ہی کرتے تھے (حوالہ مذکور)۔ یہ روایت مرسل صحیح ہے۔

(۵) عن یحییٰ بن سعید ان ابن عمر کان یبسط یدیہ مع العاص وذکروا ان من مضی کانوا یدعون ثم یردون ایدیھم علی وجوھھم لیرد والدعاء والبرکۃ (رواہ عبدالرزاق) ــــ امام معمر بن راشد ایسا ہی کرتے تھے (حوالہ مذکور)

وفی روایۃ ابن عمر ــــ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اذا رد یدیہ فلیفرغ الخیر علی وجھہ ــــ (رواہ الطبرانی وفیہ

الجارود بن یزید وھو متروک۔ مجمع الزوائد ۱/۱۶۹}

(۶) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں :۔

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند احجار الزایت …… فلما فرغ مسح بھما وجھہ (رواہ عبد الغنی بن سعید فی ایضاح الاشکال وکنز العمال ۴/۹۱۲)

(۷) حضرت عمرؓ کہتے ہیں :۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعاء رفع یدیہ و اذا فرغ ردھا علی وجھہ (رواہ الحاکم وکنز العمال ۲/۱۱۵)

(۸) اسی مضمون کی ایک حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن سند میں صالح بن حسان ضعیف ہے۔

الغرض یہ مسئلہ ثابت ہے۔ پہلی حدیث جس کو ترمذی نے صحیح یا حسن کہا ہے واضح دلیل ہے۔

حدیث ۷ اگرچہ مرسل ہے لیکن یہ شاہد کا کام دے سکتی ہے۔

دو حدیثیں اگر ضعیف ہوں تو دونوں مل کر قوی ہو جاتی ہیں اور یہاں تو آٹھ حدیثیں ہیں۔ یہ سب مل کر قوی ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے ابن حجر لکھتے ہیں :۔

ومجموعھا یقتضی انہ حدیث حسن (بلوغ المرام)

منہ پر ہاتھ پھیرنے کی اتنی دلیلیں ہیں اور پھر اس پر عمل متواتر ہے۔ ہاتھ پھینکنے کی تو ایک بھی حدیث نہیں پھر اس پر عمل کیسے ؟

جلسہ استراحت میں بیٹھنے کا طریقہ

(ا) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

من سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب الیمنی واستقبالہ باصابعھا القبلۃ والجلوس علی الیسریٰ (نسائی)

آخری قعدہ میں تورک کی صراحت ہے لہٰذا آخری قعدہ کو مستثنیٰ کرنے کے بعد ہر جلسہ میں اسی طرح بیٹھا جائے گا۔

(ب) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع یدیہ

علی رکبتیه ورفع اصبعه التی تلی الابهام فدعابها ویده الیسریٰ علی رکبته باسطها علیها (صحیح مسلم $\frac{1}{222}$)

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر نے جلسہ میں بیٹھنے کی مزید تفصیل بیان کی۔ "اذا جلس فی الصلوٰۃ" میں جلسہ استراحت بھی شامل ہے۔ تفریق کرنے کے لئے دلیل چاہیئے۔ جس طرح قعدہ اخیرہ کے لئے دلیل موجود ہے۔

(ج) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع کفه الیمنیٰ علی فخذہ الیمنیٰ وقبض اصابعه کلها واشار باصبعه التی تلی الابهام ووضع کفه الیسریٰ علی فخذہ الیسریٰ (صحیح مسلم)

اس حدیث میں بھی "اذا جلس فی الصلوٰۃ" کے الفاظ صاف بتارہے ہیں کہ ہر جلسہ میں آپ کے بیٹھنے کی یہی کیفیت ہوتی تھی۔ استثناء کے لئے دلیل چاہیئے اور دلیل کوئی ہے نہیں۔ لہٰذا بلاوجہ سنّت کو چھوڑ کر بے دلیل طریق نشست پر عمل سخت غلطی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ان احادیث میں جلسہ استراحت کی صراحت نہیں ہے تو ان میں جلسہ بین السجدتین کی کونسی صراحت ہے۔ تین رکعت اور چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت پر بیٹھنے کی کیفیت کی کونسی صراحت ہے تو کیا پھر ان جلسوں میں بھی جس طرح چاہے بیٹھ جانا جائز ہے خواہ چار زانو، خواہ اکڑوں، خواہ گوٹ مار کر اور خواہ ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ جائے۔ ہر طرح جائز ہے؟ ہرگز نہیں۔

فجر کی سنّتیں ادا کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹنا



(۱) عن عائشة انها قالت کنت انام بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلای فی قبلته فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی۔

(۲) وهی بینه وبین القبلة علی فراش اهله اعتراض الجنازة۔

(۳) أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی وعائشة

معترضة بينه وبين القبلة على الفراش الذى ينامان ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلاۃ علی الفراش ۱/۵۰)

(۴) اذا صلى ركعتى الفجر اضطجع على شقه الايمن (صحیح بخاری باب الضجعة على الشق الایمن بعد رکعتی الفجر)

(۵) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى احدكم ركعتى الفجر فليضطجع على يمينه (ابوداؤد، ترمذی۔ سندہ صحیح۔ مرعاۃ جلد ۲ ص۱۶۱)
نمازی کی سیدھی طرف سر کر کے لیٹنے والا اگر سیدھی کروٹ لیٹے گا تو اس کا منہ لازماً قبلہ کی طرف ہوگا۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت سونے کا یہی طریقہ ہونا چاہیے۔

سلام پھیرنے کے بعد امام قبلہ کی طرف پیٹھ نہ کرے۔ دلیل کس کتاب میں ہے؟

دلیل تو منہاج میں بھی دی ہوئی ہے۔ غور کی ضرورت ہے۔
عن البراء قال كنا اذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم احببنا ان نكون عن يمينه يقبل علينا بوجهه (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب یمین الامام)
اگر پیٹھ قبلہ کی طرف ہو جائے تو امام کا منہ دونوں طرف ہوگا۔ سیدھی طرف اور الٹی طرف بیٹھنا یکساں ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر سیدھی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے صحابہؓ چاہتے تھے کہ آپ کا چہرہ ان کو نظر آتا رہے اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ وہ آپ کی داہنی طرف بیٹھیں۔

دعاء میں ہاتھ اٹھانے اور دراز کرنے کی کوئی خاص کیفیت ہے یا آزادی ہے۔ واضح کریں۔

دعاء میں ہاتھ اٹھانے کی خاص کیفیت ہے۔ اسی طرح ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔ آزادی نہیں ہے۔
(۱) ثم رفع يديه فقال اللهم اغفر لعبيد ابى عامر قال ابو موسىٰ رأيت بياض ابطيه۔ یعنی ہاتھ اتنے اونچے اٹھائے کہ بغلیں دکھائی دیں (صحیح بخاری

كتاب الدعوات)۔

(۲) ثم مد يديه (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الامداد بالملٰئکۃ)۔ یعنی ہاتھوں کو دراز کرے۔ اس سلسلہ میں کئی حدیثیں ہیں۔ منہاج ص۲۵۳ دیکھیں۔

(۳) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سلوا الله ببطون اکفکم ولا تسئلوا بظهورها (طبرانی کبیر۔ سندہ صحیح۔ صحیح الجامع الصغیر جزء اول ص۶۷۹۔ صحیح ابی داؤد جزء اول ص۲۷۸)

کان اذا دعاء جعل باطن کفیه الی وجهه (طبرانی کبیر عن ابن عباس۔ سندہ صحیح۔ صحیح الجامع الصغیر جزء ۲ ص۸۶۱)۔ یعنی دعاء کرتے وقت ہتھیلیاں اوپر چہرہ کی طرف رہیں۔

امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک نمازی مسجد میں آتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ ایک پہلے امام کا مقتدی نماز ادا کر رہا ہے کیا نیا آنے والا شخص اس مقتدی کے پیچھے نماز با جماعت ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔

یہ مسئلہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

منبر کی سیڑھیاں کتنی ہوتی ہیں اور امام کس سیڑھی پر بیٹھتا ہے۔

تین۔

فعمل هذه الثلاث درجات (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الخطوۃ والخطوتین فی الصلوٰۃ)۔ فصنع له الثلاث درجات (دارمی باب ما اکرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحنین المنبر)۔ تیسری سیڑھی پر بیٹھے۔

ویقعد علی الثالثة (دارمی باب اکرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحنین المنبر)۔ سندہ صحیح۔

حلقہ میں مصافحہ دائیں سے بائیں کیا جائے یا بائیں سے دائیں کیا جائے

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَاءٍ

وَعَنْ يَمِيْنِهٖ اَعْرَابِيٌّ وَعَنْ شِمَالِهٖ اَبُوْبَكْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ اَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ وَقَالَ الْاَيْمَنَ الْاَيْمَنَ (صحیح بخاری کتاب الاشربۃ باب الایمن فالایمن فی الشرب جزء ۷ صہ ۱۴۲ ۱۱ وصحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب استحباب الماء واللبن ونحوھما عن یمین المبتدئ جزء ۲ صہ ۲۰۹)۔

وفی روایۃ الایمن فالایمن (صحیح مسلم جزء ۲ صہ ۲۰۹)

وفی روایۃ لمسلم الایمنون الایمنون الایمنون (صحیح مسلم جزء ۲ صہ ۲۱۰) یعنی دائیں سے دائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر بیٹھ کر پانی پیا۔ یہ کس کتاب میں ہے۔

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلتہ وخلفہ أسامۃ فاستسقی فاتیناہ باناءٍ من نبیذ فشرب وسقی فضلہ أسامۃ (صحیح مسلم کتاب الحج باب وجوب المبیت بمنی لیالی ایام التشریق جزء اول صہ ۴۲۹)

وفی روایۃ البخاری قال اسقنی فشرب منہ ثم اتی زمزم وھم یسقون ویعملون فیھا فقال اعملوا فانکم علی عمل صالح ثم قال لولا ان تُغلبوا لَنَزَلْتُ حتی اضع الحبل علی ھذہٖ یعنی عاتقہ وَ اشار الی عاتقہ (صحیح بخاری کتاب الحج باب سقایۃ الحجاج جزء ۲ صہ ۱۹۱)

مغرب کی اذان سن کر پڑھی جانے والی دعاء کو البانی صاحب نے ضعیف کہا ہے۔ ضعف کیا ہے واضح کریں۔

مغرب کی اذان کے وقت پڑھی جانے والی یہ دعاء ہے:
اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِكَ .... الخ
اس حدیث کی سند پر تین اعتراضات کئے گئے ہیں:۔
۱۔ عبدالرحمٰن بن اسحاق ضعیف ہے۔
۲۔ حفصہ مجہول ہے۔
۳۔ ابوکثیر مجہول ہے۔

جواب | عبدالرحمٰن اور حفصہ صرف ترمذی کی روایت میں ہیں۔ ابوداؤد اور حاکم کی روایت میں نہیں ہیں،

ابوکثیر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ طاہرہؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان سے حفصہ اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ مسعودی روایت کرتے ہیں لہٰذا ابوکثیر نہ مجہول الحال ہیں اور نہ مجہول العین۔

امام ترمذی کا انہیں مجہول الحال کہنا صحیح نہیں۔ وہ انہیں نہیں پہچان سکے۔ امام ابوداؤد اور امام حاکم نے انہیں پہچان لیا اسی لئے انہوں نے ابوکثیر کے ساتھ مولیٰ ام سلمہؓ بھی نقل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوداؤدؒ نے اس حدیث پر سکوت کیا اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ امام ذہبی نے بھی اس کو صحیح کہا (حاکم ۱/۹۹)

حافظ ابن حجر نے اسے مقبول لکھا ہے (مرعاۃ جزء ۲ صـ۱۰۸)
اس لحاظ سے یہ حدیث کم از کم حسن ہوئی۔
امام ذہبی کی تصحیح کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔

زخم پر پٹی اور اس پر تیمم کرنے کی حدیث کو البانی صاحب نے ضعیف کہا ہے۔ ضعف کیا ہے واضح کریں۔

اس کی سند میں زبیر بن خریق ہے جس کے متعلق امام ابوداؤد اور امام دارقطنی

نے کہاہے: "لیس بالقوی"۔

جواب جرح غیر مفسر ہے لہٰذا غیر مؤثر ہے لہٰذا کالعدم ہے۔ امام ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے۔ ابن السکن نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ لہٰذا حدیث صحیح ہے۔

یہی روایت حضرت ابن عباسؓ سے بھی مرفوعاً صحیح ابن خزیمہ اور حاکم میں مروی ہے۔ اس کی سند میں الولید بن عبید کو امام دار قطنی نے ضعیف کہاہے لیکن جن محدثین نے اس کی حدیث کو صحیح کہا انہوں نے اس کو قوی کہاہے۔ یعنی دارقطنی کے علاوہ اوروں نے اس کو قوی کہاہے لہٰذا یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

ابوداؤد کی خلیفہ والی حدیث کو البانی صاحب نے ضعیف کہاہے۔ ضعف کیاہے؟ واضح کریں۔

کس کتاب میں ضعیف کہاہے؟ صحیح ابی داؤد میں انہوں نے حسن کہاہے۔

① یہ حدیث علت کی وجہ سے معلول ہے۔ علت اس کی یہ ہے کہ اس کا متن صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے متفق علیہ متن کے بالکل خلاف ہے۔

② کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم کہا تھا یا ان کان للہ خلیفۃ ..... فاطعہ والا فمت کہا تھا۔ دونوں الفاظ آپ نے نہیں کہے تھے۔ وہی الفاظ صحیح ہو سکتے ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہیں۔

③ اس کا راوی سبیع بن خالد نام بدلتا رہتا ہے۔ ایک سند میں سبیع بن خالد ہے۔ دوسری سند میں خالد بن خالد، تیسری میں یشکری۔ اس کا نام یہ بھی ہے: خالد بن سبیع اور سبیعہ۔ (تہذیب) اپنا نام تو مجرم بدلا کرتا ہے۔

④ سبیع بن خالد مقبول ہے (تقریب) اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ مقبول کی روایت اگر اعلیٰ درجہ کے راوی کے خلاف ہو تو وہ شاذ ہوتی ہے اور شاذ مردود ہوتی ہے (مقدمہ ابن صلاح ص۳۷) (نزہۃ النظر فی توجیہ نخبۃ الفکر ص۴۹) (مصطلح الحدیث ص۱۱۷)

⑤ ابوداؤد میں اس حدیث کی تین سندیں ہیں۔ تینوں میں سبیع ہے ابوداؤد کے متون بھی ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتے۔

⑥ فاطعہ والا فمت۔ ابوداؤد کی حدیث پیش کرنے والے بھی اس پر

عمل نہیں کرتے۔ بلکہ اس فعل کو اپنے زعم باطل میں خودکشی کہتے ہیں اور اسی لئے اب
اس حدیث کو پیش کرنا چھوڑ دیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَاکَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا
نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا،
وَمَاکَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ (آل عمران۔ ۶۷)

ابراہیم (علیہ السّلام) نہ یہودی تھے، نہ عیسائی تھے
بلکہ وہ تو ایک اللہ کے ماننے والے مسلم تھے۔ وہ
مشرکین میں سے بھی نہیں تھے۔



رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ
تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ○ (اعراف۔ ۱۲۶)

اے ہمارے رب ہمیں صبر عطا فرما اور ہمیں اس
حالت میں موت دے کہ ہم مسلم ہوں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا (حج - ۷۸)

اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔



رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (بقرہ ۱۲۸)

اے ہمارے ربّ ہم کو اپنا مسلم بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا مسلم بنا۔



اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝ (ن ۳۵)

کیا ہم مسلمین کو مجرمین کے مانند قرار دیں گے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○

(حٰمٓ السجدة-۳۳)

اور قول کے لحاظ سے اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے، عمل صالح کرے اور یہ کہے کہ بے شک میں مسلمین میں سے ہوں۔



رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (بقرة - ۱۲۸)

اے ہمارے رب ہم کو اپنا مسلم بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو مسلم بنا۔



رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ○

(سورۂ حجر-۲)

ایک وقت آنے والا ہے کہ جب انکار کرنے والے یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ مسلم ہوتے۔

تفسیر قرآن عزیز

جلد ۱ تا ۹

مرتبہ :- مسعود احمد (امیر جماعت المسلمین)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ کلام اپنی مثال آپ ہے۔ جس طرح بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اسی طرح بذریعہ وحی اس کی تشریح اور تفسیر بھی نازل فرمائی جو یا تو خود قرآن مجید میں ملے گی یا صاحبِ قرآن کی زبانِ مبارک سے، چونکہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے لہٰذا اس کی تشریح اور تفسیر بھی وہی قابلِ عمل اور قابلِ قبول ہوگی جو منزل من اللہ ہو اور وہ ہے حدیثِ نبوی۔ اسی بنیاد پر یہ تفسیر مندرجہ ذیل امتیازی اوصاف کی حامل ہے۔ ایک مسلم کی نجات کے لئے چونکہ علم و عمل لازم و ملزوم ہے لہٰذا تفسیر ہٰذا میں علم و عمل کو یکساں اہمیت دی گئی ہے۔

عموماً تفاسیر میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ تفسیر میں جو حدیث نقل کی جارہی ہے وہ سنداً صحیح بھی ہے یا نہیں۔ یہ تفسیر ضعیف حدیث تو کجا حسن حدیث سے بھی مبرا ہے اس میں صرف صحیح احادیث کو نقل کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قرآن مجید کی صحیح ترین تفسیر ہے۔

مسائل اور احکام کی پوری عملی تشریح و توضیح سے تمام تفاسیر خالی ہیں۔ اس تفسیر میں جس جگہ قرآن مجید کے جس حکم کی تشریح کی گئی ہے وہاں اس کی عملی تفسیر بھی بیان کر دی گئی ہے اگر کسی خاص وجہ سے اس جگہ بیان نہیں کی گئی تو کسی دوسری جگہ اس کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے اور اس دوسری جگہ کا حوالہ بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ الغرض اگر ہر جگہ نہیں تو کسی ایک جگہ مناسب مقام پر کسی خاص مسئلہ کو پوری عملی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے مثلاً طلاق کا ذکر آگیا ہے تو طلاق کے تمام مسائل بیان کر دئے ہیں۔ قرض کا مسئلہ آگیا ہے تو قرض کے تمام احکام بیان کر دئے ہیں۔ نماز کے طریقہ کا ذکر آگیا ہے تو اسی جگہ اس کی فضیلت اور اہمیت میں جتنی احادیث ملی ہیں ان کو بیان کر دیا گیا ہے اور یہی اس تفسیر کا ایک امتیازی وصف ہے۔

اس تفسیر میں قرآن مجید کی تلمیحات پر جن کے متعلق صحیح معلومات نہیں مل سکیں کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی مثلاً ہاروت ماروت پر کوئی بحث نہیں کی گئی۔ اس بات کی بھی کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ اس فرعون کا نام معلوم کریں جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھا۔ اس بات کی وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ وہ کون لوگ تھے جو اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکلے ان کو اللہ نے مار دیا اور پھر زندہ کر دیا۔ اوّل تو ان بحثوں سے ہمارے عمل کا کوئی تعلق نہیں۔ البتہ ان تلمیحات کا جو پہلو عبرت انگیز تھا اس کو بیان کر دیا گیا ہے اور بے فائدہ باتوں کو کلیتہً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

اس تفسیر میں کسی مسلک، مکتب فکر اور فرقہ کی تعلیمات کا پرچار نہیں کیا گیا۔ اس میں صرف اور صرف خالص اسلام کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ تفسیر علماء اور عامۃ المسلمین کے لئے یکساں مفید ہے اور یہ بھی اس کا ایک اعزاز ہے۔

جماعت المسلمین

مرکزی مسجد المسلمین - کھوکھراپار ۱/۲ ۲ کراچی، پاکستان

فون نمبر ۴۰۷۵۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی ؛	اللہ تبارک و تعالےٰ	..	اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی ؛	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	..	فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی ؛	اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	..	فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی ؛	اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	.	فرقہ وارانہ نام نہیں
ہماری محبت	صرف ایک	یعنی ؛	اللہ تعالےٰ سے تعلق	..	دنیوی تعلقات نہیں
وجہ افتخار	صرف ایک	یعنی ،	ایمانٌ باللہ العظیم	..	وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق
ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

مسجد المسلمین۔ کوثر نیازی کالونی۔ نارتھ ناظم آباد، بلاک جی، کراچی ۳۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا (حج۔۷۸)

اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔



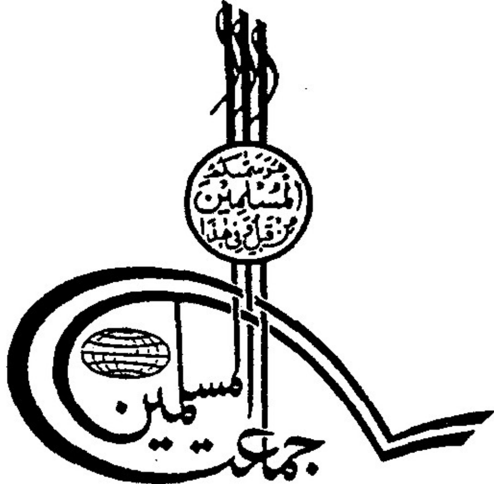
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (بقرہ ۱۲۸)

اے ہمارے رب ہم کو اپنا مسلم بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا مسلم بنا۔



اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ (قلم ۳۵)

کیا ہم مسلمین کو مجرمین کے مانند قرار دیں گے۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ، فَقُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا. جماعت المسلمین اور اس کے امام کو لازم پکڑنا، پوچھا: اگر جماعت اور امام نہ ہو تو کیا کروں؟ فرمایا: تمام فرقوں سے علیحدہ رہنا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

مرکز جماعت المسلمین گیلان آباد، کھوکھرا پار ۲-۱/۲ کراچی۔

فون 4407524-4513806 فیکس 4507305

دفتر جماعت المسلمین B-6 بیت الفرقان، SB-12، بلاک 13-C، گلشن اقبال.
مین یونیورسٹی روڈ، کراچی۔ فون: 4815560-2 — فیکس: 4815563

www.aljamaat.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتباہی نوٹس

عوام النّاس کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جماعت المسلمین ایک خالص دینی جماعت ہے اس کا کسی فرقے، مسلک، مذہبی مکاتب فکر یا سیاسی گروہ سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ انہی نظریات کے پرچار کے لئے امیر جماعت المسلمین سید مسعود احمدؒ (متوفی) نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر مبنی تفسیر قرآن عزیز، منہاج المسلمین، تاریخ الاسلام والمسلمین و دیگر کتب تحریکیں اور جماعت المسلمین کے مرکز سے شعبۂ نشر و اشاعت جماعت المسلمین کی زیر ادارت نفع ونقصان سے مبرّا، خالص دینی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے شائع کرتے رہے اُن کے انتقال کے بعد موجودہ امیر جماعت المسلمین محمد اشتیاق صاحب کی زیر نگرانی مطبوعات جماعت المسلمین شائع ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ چند کاروباری ذہنیت کے افراد و مفاد پرست ادارے مطبوعات جماعت المسلمین کو یا ان کے اقتباسات کو بغیر ہماری اجازت طبع یا فروخت کر رہے ہیں۔

اشتہار ہذا کے ذریعہ ان تمام افراد و اداروں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ مطبوعات جماعت المسلمین (مصنف سید مسعود احمدؒ) کی طباعت و اشاعت کرنا یا بغیر اجازت جماعت المسلمین کے نام یا اس کے ذیلی ادارے، ادارۂ مطبوعات اسلامیہ کے نام کو استعمال کر کے کوئی بھی کتاب چھاپ کر فروخت کرنا یا جماعت المسلمین کے لوگو (logo) کو بغیر اجازت استعمال کرنا سوسائٹی آرڈیننس XXI 1860، کاپی رائٹ آرڈیننس XXXI 1962، اور ٹریڈ مارک آرڈیننس 2001 کے تحت سنگین جرم ہے۔

لہٰذا ایسے تمام افراد و ادارے جو ایسے غیر قانونی و غیر اخلاقی کاموں میں ملوث ہیں انتظامیہ جماعت المسلمین ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور بھاری ہرجانہ وصول کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔